مختصر

سوانح مشائخِ چشت

تالیف

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیۃ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات

ناشر

دارالحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ
سوداگرواڑہ، سورت، گجرات۔ (الہند)

مختصر سوانح مشائخِ چشت

مع شجرۂ مبارکہ سلسلہ چشتیہ صابریہ امدادیہ

تالیف:

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وسابق صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

ناشر

دارالحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت، گجرات۔(الہند)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تفصیلات

کتاب کا نام: مختصر سوانح مشائخِ چشت

تالیف: حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

ناشر: دارالحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ، سورت

سن طباعت: جمادی الآخرۃ ۱۴۴۱ھ مطابق فروری ۲۰۲۰ء

PUBLISHER:

DARUL HAMD RESEARCH INSTITUTE

SODAGARWADA, SURAT.

+91 7016565842, 9173103824

DarulHamd2017@gmail.com

ملنے کے پتے:

دارالحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ، سورت۔	+919537860749
ادارۂ صدیق، ڈابھیل۔	+919904886188
مولانا بک ڈپو۔	+919228760716
مولانا عبدالاحد فلاحی	+916351991025
مولانا مصعب منیار	+917041956899
مولانا عبید بن عبدالباسط منیار	+917405005501
مفتی فرید صاحب کاوی	+919427822481

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فہرست

❁	کتاب سے پہلے	۶
(۱)	حضرت علیؓ	۷
(۲)	حضرت حسن بصریؒ	۱۳
(۳)	خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ	۱۵
(۴)	حضرت فضیل بن عیاضؒ	۱۶
(۵)	حضرت ابراہیم بن ادہم بن منصورؒ	۱۸
(۶)	خواجہ حذیفہ مرعشیؒ	۱۹
(۷)	خواجہ ابوہبیرہ بصریؒ	۲۰
(۸)	خواجہ ممشاد دینوریؒ	۲۱
(۹)	خواجہ ابواسحق شامی چشتیؒ	۲۲
(۱۰)	خواجہ ابواحمد ابدال چشتیؒ	۲۴
(۱۱)	خواجہ محمد بن ابواحمد چشتیؒ	۲۵
(۱۲)	خواجہ ابو یوسف بن سمعان چشتیؒ	۲۷
(۱۳)	خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ	۲۸
(۱۴)	خواجہ شریف زندنیؒ	۳۰
(۱۵)	خواجہ عثمان ہارونیؒ (ہرونی)	۳۱

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۱۶)	سلطان الہند، حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ	۳۲
(۱۷)	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ	۴۲
(۱۸)	حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ	۴۶
(۱۹)	حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ	۴۹
(۲۰)	حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ	۵۲
(۲۱)	حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتیؒ	۵۳
(۲۲)	حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولویؒ	۵۵
(۲۳)	حضرت شیخ عارف بن شیخ عبد الحق ردولویؒ	۵۸
(۲۴)	حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبد الحقؒ	۵۹
(۲۵)	حضرت شیخ عبد القدوس حنفی نعمانی گنگوہیؒ	۶۱
(۲۶)	حضرت شیخ جلال الدین فاروقی تھانیسریؒ	۶۴
(۲۷)	حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری بلخیؒ	۶۷
(۲۸)	حضرت شاہ ابو سعید گنگوہیؒ	۶۸
(۲۹)	حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ	۷۰
(۳۰)	حضرت شیخ شاہ محمدی فیاض دہر اکبر آبادیؒ	۷۲
	ملاحظہ	۷۴
(۳۱)	حضرت شیخ حامد ہرگامیؒ	۷۴
(۳۲)	حضرت شیخ محمد سعد مکیؒ	۷۴

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۳۳)	حضرت شیخ شاہ عضد الدین امروہویؒ	۷۵
(۳۴)	شاہ عبد الہادی صدیقی امروہویؒ	۷۷
(۳۵)	شاہ عبد الباری صدیقی امروہویؒ	۷۹
(۳۶)	حضرت شیخ سید عبد الرحیم ولایتیؒ	۸۰
(۳۷)	حضرت شیخ میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ	۸۳
(۳۸)	سید الطائفہ حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ	۸۶
(۳۹)	حضرت اقدس امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	۹۳
(۴۰)	حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	۹۹
(۴۱)	حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۱۰۶
(۴۲)	حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ	۱۱۷
(۴۳)	شجراتِ سلاسل	۱۳۲

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب سے پہلے.....

یہ ایک مسلمہ ومجربہ حقیقت ہے کہ اولیاء اللہ کے تذکروں اوران کے ارشادات کا مطالعہ بھی ان حضرات کی صحبت ہی کی طرح مفید ہوا کرتا ہے۔اسی وجہ سے ان حضرات کے نقوشِ حیات اور مواعظ وملفوظات کے مرتب کرنے کا دستور اس امت میں ہمیشہ سے رہا ہے۔

اس کتاب میں ہمارے سلسلۂ چشتیہ صابریہ امدادیہ کے مشائخ کے احوال نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں۔اولاً تو صرف یہی ارادہ تھا کہ ایک مختصر خاکہ مرتب کر دیا جائے،جس میں مشائخِ چشت کی تاریخ وجائے ولادت ووفات مذکور ہو، جو وابستگانِ سلسلہ کے لیے اجمالی تعارف کا کام دے۔لیکن بالآخر چار وناچار کچھ نہ کچھ تفصیلات آ ہی گئیں۔ تاہم اتنا خیال تو اس میں بھی رکھا ہی ہے کہ ضخامت اتنی نہ ہوجائے کہ اس کا مطالعہ مشکل ہوجائے۔

چوں کہ اس رسالے کو مرتب کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ اکابرِ سلسلہ سے ابتدائی شناسائی ہوجائے،اس وجہ سے یہاں دیگر تفصیلات سے دانستہ گریز کیا ہے۔

ناظرین سے التماس ہے کہ صرف ان اوراق کے مطالعے پر قناعت نہ کریں، بلکہ دیگر کتابوں میں خواجگانِ چشت کے مجاہدات ،مقامات نیز اصلاحی وتربیتی خدمات وغیرہ تفصیلات کو ضرور ہمیشہ اپنے یومیہ مطالعے میں رکھیں۔اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو قبول فرمائے، اور نافع بنائے۔آمین۔

املاہ العبد احمد خانپوری عفی عنہ

۱/ جمادی الآخرۃ ۱۴۴۱ھ

۲۷/ جنوری ۲۰۲۰ء، دوشنبہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۱) سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ، نبی کریم ﷺ کے چچا ابوطالب کے صاحب زادے تھے، دس سال کی عمر میں جب نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی وفات ہوئی، تو اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی کفالت اور ولایت کی تمام تر ذمہ داریاں جناب ابوطالب ہی نے اپنے سر لے کر بحسن وخوبی انجام دیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ان کے بیٹوں کے ساتھ حقیقی بھائیوں کی طرح پرورش پائی؛ حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے، اس کے بعد بھی جناب ابوطالب نبی کریم ﷺ کے ولی اور مربی سمجھے جاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ جناب ابوطالب کا تعلق خاطر بے مثال تھا۔ اعلانِ نبوت کے بعد قریشِ مکہ نے تنگ آکر جناب ابوطالب کے سامنے تمام راہیں بند کردیں تو- مسلمان نہ ہونے کے باوجود- انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حمایت میں مقاطعہ گوارا کیا، شعب ابی طالب میں فاقوں کی زندگی کو ترجیح دی؛ مگر نبی کریم ﷺ کی حمایت سے دست برداری کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔

حضرت علیؓ کی والدہ سیدہ فاطمہ بنت اسدؓ بھی نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے میں اپنے شوہر سے کم نہ تھیں، حضور ﷺ ان کی شفقتوں کو یاد کرتے ہوئے فرماتے کہ جس والدہ کے بطن سے میں پیدا ہوا، ان کی وفات کے بعد یہی خاتون میری والدہ تھیں، شفقت اور محبت کا عالم یہ تھا کہ ابوطالب کے گھر کبھی دعوت ہوتی اور میں بھی کھانے میں شریک ہوتا، اس کے باوجود کچھ عمدہ کھانا بچا کر رکھتیں اور بعد میں مجھے کھلاتیں۔ اللہ تعالی نے انہیں اسلام کی دولت سے نوازا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے وفات کے وقت اپنا کرتہ بطور کفن پہنایا۔ قبر میں اتر کر اولاً خود سوئے اور پھر انہیں دفن فرمایا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ (۱) طالب (۲) حضرت عقیلؓ (۳) حضرت جعفرؓ (۴)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت علیؓ۔ اور دو بیٹیاں تھیں۔(۱) ام ہانیؓ فاختہ۔(۲) جمانہ۔ یہ سب سوائے طالب کے اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ چاروں بیٹوں کے درمیان دس دس برس کا فاصلہ تھا اور حضرت علیؓ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔

صحیح قول کے مطابق آپؓ کی ولادت نبوت سے دس سال قبل ہوئی، اور حضور ﷺ کے گہوارے میں آپ نے پرورش پائی۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اولین مسلمانوں میں سے ہیں، بلکہ کم سن لوگوں میں سب سے پہلے آپؓ ہی مسلمان ہوئے۔

مکہ میں نبی کریم ﷺ اور اسلام کے لیے ماحول سازگار نہیں تھا۔ قبولِ اسلام کے لیے آنے والے لوگ بھی طواف وتجارت وغیرہ کے بہانے سے آتے، حضرت علیؓ ایسے لوگوں کو بھانپ لیتے اور چپکے سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے آتے۔

ہجرت کی شب نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے بستر پر لٹایا اور خود ہجرت کے لیے نکل پڑے۔ حضرت علیؓ اس کے بعد ہمت وحوصلہ کے ساتھ مکہ میں تین دن مقیم رہے، سب کی امانتیں سپرد کیں اور پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ہجرت کے بعد دوسرے یا تیسرے سال حضرت فاطمہ بنت رسول ﷺ کے ساتھ نکاح ہوا، آپ کی عمر اس وقت ۲۱/ سال اور حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی۔

نبی کریم ﷺ اکثر امور میں، خصوصاً جنگی معاملات میں آپؓ پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ متعدد جنگوں میں مبارزین کے انفرادی مقابلہ میں آپؓ کو آگے کیا اور اسلامی فوج کا علَم بردار بھی بنایا۔ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں آپؓ شریک ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد تجہیز وتکفین کے امور آپؓ نے ہی انجام دیے۔ اس درمیان حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپؓ نے ایک روایت کے مطابق دوسرے یا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تیسرے دن اور ایک روایت کے مطابق چھ ماہ بعد یعنی حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔

خلفاءِ ثلاثہ اور حضرت علیؓ کے درمیان انتہائی اعتماد اور تعاون کا رشتہ تھا، حضرت فاطمہؓ کی نمازِ جنازہ کے لیے آپؓ نے باصرار حضرت ابوبکرؓ کو آگے فرمایا، متعدد انتظامی امور میں حضرت ابوبکرؓ کا تعاون فرمایا، ذمہ داریاں قبول فرمائیں، اور مناسب مشورے بھی دیے، فتنۂ ارتداد کے ضمن میں ذوالقصہ مقام پر مرتد قبائل سے ملاقات کے لیے حضرت ابوبکرؓ خود جانے پر آمادہ تھے، مگر حضرت علیؓ نے خدا اور رسول کا واسطہ دے کر حضرت ابوبکرؓ کو سواری پر سے نیچے اتار لیا۔

یہی حال حضرت عمر کے دورِ خلافت میں رہا، نہاوند اور یرموک کی جنگ کے لیے لوگوں کا اصرار تھا کہ حضرت عمرؓ خود لشکرِ اسلام کی قیادت کرتے ہوئے شریکِ جہاد ہوں، مگر حضرت علیؓ کی رائے اس کے برعکس تھی، چناں چہ حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔ اس کے برخلاف بیت المقدس کی فتح کے بعد اس کی کنجیاں مسلمانوں کے حوالے کرنے کے موقع پر عیسائیوں کا اصرار تھا کہ خلیفۃ المسلمین خود بیت المقدس تشریف لائیں، حضرت عمرؓ نے مشورہ فرمایا تو دوسرے لوگوں کے برعکس حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ حضرت عمرؓ کو خود جانا چاہیے، چناں چہ حضرت عمرؓ تشریف لے گئے۔

خصومات اور مقدمات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کا اس قدر تعاون تھا کہ حضرت عمرؓ کا یہ قول ضرب المثل بن گیا: لولا علي لهلك عمر.

دونوں کے مابین خلوص واعتماد کا تعلق سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے اپنی ایک صاحب زادی ام کلثومؓ کو حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے نکاح میں دیا تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو ان کے ساتھ بھی پورا تعاون فرمایا۔ جب حضرت عثمانؓ کی مخالفت شروع ہوئی تو حضرت علیؓ نے اس فتنہ کو ختم کرنے کی متعدد بار مخلصانہ کوششیں فرمائیں، اور اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کو حضرت عثمانؓ کے گھر کے دروازے پر بہ طور محافظ مامور فرمایا۔

حضرت عثمانؓ کے بعد جب آپ خلیفہ بنے تو قاتلانِ عثمان سے قصاص کے عنوان سے دو بڑی جنگوں میں اور فتنۂ خوارج کی سرکوبی میں آپؓ کا بڑا قیمتی وقت اور مسلمانوں کے قیمتی اجتماعی وقومی وسائل ضائع ہوئے، مگر اس کے باوجود آپ کے دورِ خلافت میں بھی خلفاءِ ثلاثہ کے نہج پر عدل و مساوات دائم و قائم رکھنے اور شعائرِ اسلام کی عظمت و اشاعت کی خدمت جاری رہی۔ آپ کے دورِ خلافت میں ایران میں متعدد مرتبہ بغاوت ہوئی، مگر باغیوں کے علاوہ عام لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا، ایرانی لوگ آپؓ کے اس طرزِ عمل سے خوش ہو کر کہتے تھے: خدا کی قسم، اس عربی شخص نے نوشیروان کی یاد تازہ کردی۔

۳/ دن کم، پانچ سال خلیفہ رہے، اور ۱۸/ رمضان ۴۰ھ۔ کو ابن ملجم نے آپؓ کو شہید کردیا۔

چوں کہ آپؓ نے نبی کریم ﷺ کی زیرِ تربیت پرورش پائی تھی اور ابتداءِ اسلام سے آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اس لیے اخلاق اور عادات، طاعات اور عبادات میں بہت حد تک حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ مشابہت اور یکسانیت رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ اور آپؓ کو سوتے وقت ۳۳/ بار تسبیح، ۳۳/ بار تحمید اور ۳۴/ بار تکبیر پڑھنے کی تاکید فرمائی تو حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں کہ جب سے مجھ کو اس کی تلقین کی گئی ہے، میں نے اس کو کبھی چھوڑا نہیں، ابن کواء نے پوچھا کہ 'صفین' کی شب میں بھی نہیں، فرمایا کہ صفین کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شب میں بھی نہیں۔

آپ کی ذاتِ گرامی زہد فی الدنیا کا نمونہ تھی، کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا کہ عمر بن الخطاب ؓ نے ہمیشہ ہی ان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، مجھے بھی اس کی حاجت نہیں۔ ایامِ خلافت میں بھی فقر و فاقہ کی نوبت آجاتی تھی، ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میری تلوار کا کون خریدار ہے؟ خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہہ بند کی قیمت ہوتی تو میں اس کو فروخت نہ کرتا۔

حضرت علی اور سلاسل تصوف

حضرت شاہ ولی اللہؒ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی امت میں بابِ جذب کو کھولنے والے اور اس مقامِ بلند تک رسائی رکھنے والے پہلے شخص حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اور اسی وجہ سے صوفیاء کے تمام سلسلے ان کی طرف منسوب ہیں۔ البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ روایتِ حدیث کے اُصول کے مطابق حضرت علیؓ تک سلسلوں کا اتصال ثابت نہیں ہے اور حضرت حسن بصری کا آپؓ سے کوئی خصوصی و امتیازی تعلق بھی معلوم نہیں؛ مگر اس کے باوجود زمانہ درزمانہ تمام تر صوفیاءِ کرام سلسلۂ طریقت کو حضرت علیؓ سے منسوب کرنے پر متفق ہیں، تو اس اتفاق کی یقیناً کوئی وجہ ہوگی، اور اس فقیر کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اس امت کے پہلے مجذوب ہیں۔'' (ہمعات فارسی:۳۱)

نوٹ: حضرت شاہ ولی اللہؒ نے سلاسل کے عدم اتصال کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس کی کچھ وضاحت حضرت حسن بصریؒ کے حالات میں آگے مذکور ہے۔

میر عبدالواحد بلگرامیؒ اپنی کتاب سبع سنابل میں تحریر فرماتے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عزیزِ من! رسول اللہ ﷺ کے یہ چاروں خلیفہ اپنی تمام کاملیت کے ساتھ خلفاءِ راشدین خلفاءِ برحق اور براصل ہیں، یہ چاروں ہی اس کا حق رکھتے تھے کہ رسولِ خدا ﷺ کی مسندِ خلافت پر یکے بعد دیگرے بیٹھیں، چناں چہ وہ نبوت کی مسندِ خلافت پر بیٹھے.....رہی یہ بات کہ بیعت کے تمام سلسلے علی مرتضیٰؓ تک پہنچتے ہیں، اور کسی خلیفہ تک نہیں پہنچتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضراتِ صحابہ میں نبی کریم ﷺ کے خلیفہ کے موجود ہوتے ہوئے ان حضرات نے کسی اور شخص کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا ہے کہ اس کو رسول اللہ کی جگہ بٹھاتے، کیوں کہ براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ موجود تھے، اور خلیفہ کے خلیفہ کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ (رسول کے خلیفہ ہوتے ہوئے) وہ رسول کی جگہ بیٹھے، پھر چوں کہ حضرت علیؓ پر خلافت ختم ہوئی، تو انہوں نے مجبوراً حضرت حسن بصری کو اپنا خلیفہ بنایا، اور اپنی جگہ بٹھایا، پھر ان سے یہ سلسلے پیدا ہوئے، جو سب حضرت علیؓ تک پہنچتے ہیں، تو علی مرتضیٰؓ کی خلافت کی باری کا مؤخر ہونا یہ سبب بنا تمام سلسلوں کے آپ کی جانب لوٹنے کا، اور اگر ان حضرات میں سے کوئی اور متأخر ہوتا تو تمام سلسلوں کا مرجع وہی ٹھہرتا۔ (سبع سنابل فارسی/۱۹)

حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں:

جو نسبتِ احسانیہ حضرت علیؓ کو آں حضرت ﷺ سے حاصل ہوئی تھی، اس کو انہوں نے خلیفۂ اول (صدیق اکبرؓ) سے، پھر خلیفۂ ثانی (حضرت عمر فاروقؓ) سے، پھر خلیفۂ ثالث (حضرت عثمان غنیؓ) سے راسخ اور مستحکم کیا، تو یوں سمجھیے کہ ان کی نسبت رسول اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاءِ ثلاثہ کے فیضان کا مجموعہ تھی، جس طرح حضرت عثمان غنیؓ کی نسبت حضور ﷺ اور شیخین کے فیضان کا مجموعہ تھی، ان حضرات میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تنہا ایسے شخص تھے جن کی تربیت وتکمیل میں آں حضرت ﷺ کے سوا اور کسی انسان کا حصہ نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لہٰذا جو سلاسل بھی حضرت علیؓ سے چلے وہ خلفاء ثلاثہ کے فیضان سے خالی نہیں۔ بایں ہمہ بعض سلاسل ایسے بھی ہیں کہ جن میں حضرت علیؓ کا واسطہ نہیں، جیسا کہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ کے جمع کردہ شجرہ سے واضح ہے۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحبؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ خلفاء اربعہؓ کو دونوں طرح کی امامتِ کاملہ (ظاہرہ و باطنہ) حاصل تھی، اور اعلیٰ درجے کی جانشینی کے منصب پر فائز تھے، اور اس جامعیت میں دیگر صحابہؓ سے افضل تھے، اس لیے ان حضرات کے سلاسل اور باطنی فیوض میں برکات بھی زائد ہیں، جن کی بدولت طالبِ صادق بہت جلد منازل طے کر کے مقامِ معرفت تک پہنچ جاتا ہے، اور دولتِ احسان سے مالا مال ہو جاتا ہے اور اس کا قدم شریعت وطریقت میں نہایت راسخ ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ محمودیہ ۴/۳۷۱، ۳۷۲)

(۲) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ

آپ کا نام حسن، کنیت ابوسعید اور والد کا نام یسار تھا، والد محترم حضرت زید بن ثابتؓ کے غلام اور ۱۲ سنہ ھ میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، والدہ بی بی خیرہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی باندی تھیں۔ وصالِ فاروقی سے دو سال قبل مدینہ منورہ میں آپ کی ولادت ہوئی، حضرت عمرؓ نے تحنیک فرما کر فرمایا: سموہ حسنا فإنہ حسن الوجہ۔ آپ کی تربیت ونگہداشت میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کا بڑا حصہ ہے۔ والدہ کی عدم موجودگی میں حسن روتے تو حضرت ام سلمہؓ اپنا پستان ان کے منہ میں دے کر بہلاتیں، اسی وجہ سے حسن بصری کے کلام میں تاثیر اور دل آویزی بھی تھی۔ آپ کے بھائی سعید بھی جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ کی والدہ کا شمار جلیل القدر راویاتِ حدیث میں ہوتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے، اور دونوں بھائی اپنی والدہ سے بھی روایت کرتے تھے۔

حجاج بن ارطاۃ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے حسن بصری کے متعلق دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ تم اس شخص کو مضبوطی سے پکڑلو، وہ بڑے امام ہیں۔

ورع و پرہیز گاری اور زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے، سنتِ نبوی کے ساتھ عاشقانہ تعلق رکھتے تھے۔ حد درجہ خوف وخشیت رکھتے تھے، فرماتے کہ اس خوف سے روتا ہوں کہ کہیں کوئی ایسا قصور سرزد ہو گیا ہو جس کی وجہ سے حق تعالیٰ یہ فرمادیں کہ اے حسن! ہماری درگاہ میں تمہارا کچھ مرتبہ نہیں رہا اور اب ہم تمہاری کوئی عبادت قبول نہیں کرتے۔ تواضع وانکساری بھی بہت تھی، بسا اوقات کسی کتے کو دیکھ کر فرماتے کہ اے اللہ مجھے اس کتے کے صدقے قبول فرمالے۔

ان کا ارشاد ہے کہ آدمی سے اس کی تہجد گناہ کی وجہ سے چھوٹتی ہے، ابتداءِ شب میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرو اور دن میں اگر کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ کرلیا کرو، تاکہ تہجد نصیب ہو۔

حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو تقریر کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، ہفتے میں ایک بار وعظ ہوتا تھا، عوام کی بڑی تعداد اور زمانے کے اولیاء واتقیاء شریک ہوا کرتے تھے۔

حضرت علیؓ جب بصرہ تشریف لائے، تو حسن بصری کی محفل میں تشریف لے جاکر دریافت کیا: حسن تم عالم ہو یا طالب؟ فرمایا کہ کچھ بھی نہیں۔ ہاں! جتنا حضور اکرم ﷺ سے پہنچا ہے اس کو بتلا دیتا ہوں، حضرت علیؓ نے فرمایا: یہ جوان وعظ کہنے کے لائق ہے۔ یہ فرما کر وہاں سے روانہ ہو گئے اور دیگر تمام وعظ کہنے والوں کو ممانعت کردی۔

حدیث میں متعدد حضرات صحابہ مثلاً: حضرت عمران بن حصینؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عبدالرحمن بن سمرہؓ، سمرہ بن جندبؓ، ابن عباسؓ، حضرت جابر، حضرت انسؓ وغیرہم کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شاگرد اور مالک بن دینار، ابن عون، حمید الطویل، ثابت بنانی، یونس بن عبید، ربیع بن صبیح، معاویہ بن عبدالکریم ضال، وغیرہم کے شیخ ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی تاریخ مشائخ چشت میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب ''انتباہ'' میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ چشتیہ سلسلہ خواجہ حسن بصری کے ذریعے حضرت علیؓ تک نہیں پہنچتا، اس لیے کہ خواجہ بصری اس وقت خوردسال تھے اور وہ خلیفہ نہیں ہوسکتے تھے، حضرت شاہ فخر الدین دہلویؒ نے- جو شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے معاصر تھے- اس خیال کی تردید میں ایک کتاب ''فخر الحسن'' لکھی ہے، جس میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے خلافت پانا ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کی شرح مولانا احسن الزمان حیدرآبادی نے ''قول المستحسن في شرح فخر الحسن'' کے نام سے عربی زبان میں لکھی ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے بھی ''اتحاف الفرقة برفو الخرقة'' نام سے ایک رسالہ تحریر فرما کر اس میں حضرت حسن بصری اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے درمیان وصل وسماع ثابت کیا ہے۔

صاحب سیر الاقطاب نے آپ کے پانچ خلیفہ شمار کرائے ہیں، ان میں ہمارے سلسلے میں شیخ عبدالواحد بن زیدؒ ہیں۔

ہشام بن عبدالملک کے دور میں باختلافِ روایات چار محرم یا یکم رجب ۱۱۰ھ میں ۸۹/ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

(۳) خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

حسن بصری کے خلیفہ اور صائم الدہر قائم اللیل بزرگ تھے۔ سیر الاقطاب میں ہے کہ صوفیا آپؒ کو شرف الاسلام والمسلمین اور رکن الملۃ والدین کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت حسن بصریؒ سے شرف تلمذ کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد بھی ہیں۔ حدیث میں حسن بصریؒ، عطاء بن رباحؒ وغیرہ کے شاگرد اور محمد بن سماکؒ، وکیعؒ، ابوسلیمان دارانیؒ وغیرہ کے شیخ ہیں۔ جو کچھ مال آتا خرچ کر دیتے تھے۔ بیعت سے قبل چالیس سال مجاہدات کیے تھے۔ سیر اعلام النبلاء میں ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ ابن ابی الحواری کے حوالے سے یہ بھی مذکور ہے کہ ان کو ابوسلیمانؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالواحد کو فالج ہو گیا تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وضو کے بقدر فالج کی بندش کھل جائے، چناں چہ اس کے بعد بوقتِ وضو فالج زائل ہو جاتا اور بستر پر پہنچتے ہی فالج عود کر آتا۔ ان کا ایک غلام رات کو غائب رہنے کے عوض آپ کو ایک دینار دیتا، آپ نے اس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ رات بھر عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غیب سے اس کو ایک دینار دیتے ہیں، یہ حقیقت جب آپ پر منکشف ہوئی، تو آپ نے دنیا ترک کر کے زہد و استغنا کی راہ اختیار فرمائی۔

خواجہ فضیل بن عیاض، ابوالفضل بن رزین اور ابویعقوب سوسی آپ کے اجل خلفا ہیں۔

تاریخ وفات ۲۷/صفر ۱۷۰ھ، ۱۷۷ھ، ۱۷۸ھ، ۱۸۶ھ وغیرہ ہیں، جب کہ سیر اعلام النبلاء میں ہے کہ ۱۵۰ھ کے بعد وفات پائی، اور ۱۷۷ھ میں وفات کا قول مستبعد ہے، یہ عبدالواحد بن زیاد بصری کے متعلق ہے۔ بصرہ میں آپ کا مزار ہے۔

(۴) حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

مرتاضِ ریاضت، شہبازِ طریقت، خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی جائے پیدائش سمرقند ہے، کوفہ میں رہتے تھے۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے علاوہ ابوعیاض منصور بن معتمر سلمی عن محمد بن مسلم عن محمد حبیب عن ابی بکر الصدیقؓ سے بھی آپ کو خلافت حاصل ہے، اور اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

طرح یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبرؓ کے واسطے سے حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔

آپؒ اولاً ڈاکوؤں کے سردار تھے، ایک مرتبہ آیتِ کریمہ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ کان میں پڑی تو اثر کر گئی اور آن و حان کہتے ہوئے تائب ہو گئے، پھر کوفہ گئے اور امام صاحبؒ کی خدمت میں چندے مقیم رہے، پھر حضرت خواجہ عبدالواحدؒ سے بیعت ہوئے۔

توبہ کا قصہ مختلف واقعات کے ساتھ مؤرخین نے نقل کیا ہے، جب کہ کچھ حضرات نے اس کی سندی حیثیت پر کلام کرتے ہوئے اس پر رد بھی فرمایا ہے۔ خراسان میں علوم کی تکمیل کے بعد عرب وحجاز پہنچے۔ یا توبہ کے بعد کوفہ آکر علم حاصل فرمایا۔ اعمشؒ، لیثؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، عطاء بن سائبؒ وغیرہم حدیث میں آپ کے شیخ اور ابن مبارکؒ، ابن عیینہؒ، اصمعیؒ، عبدالرحمن بن مہدیؒ وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔

بڑے عبادت گزار تھے، روزانہ پانچ سو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ صبر وشکر آپ کی طبیعت تھی، مرضی مولی پر راضی رہتے تھے، فرماتے تھے کہ علما اگر زہد اختیار کریں تو بڑے بڑے جابر لوگوں کی گردنیں ان کے آگے جھک جائیں، لیکن یہ لوگ اپنے علم کو دنیاداروں پر اس نیت سے خرچ کرتے ہیں کہ ان کو کچھ پیسہ مل جائے، اسی وجہ سے لوگوں کی نظر سے گر گئے۔

عباسی خلیفہ ہارون رشید بھی آپ کا عقیدت مند تھا۔ ۳/ ربیع الاول ۱۸۷ھ ۸۰/ سال کی عمر میں مکہ میں وفات پائی۔ بعض نے اول محرم اور بعض نے یوم عاشوراء وفات کی تاریخ ذکر کی ہے۔ جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجہؓ کے قریب آپ کا مزار بتایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ، شیخ محمد شیرازیؒ، خواجہ بشر حافیؒ وغیرہ آپ کے خلفا ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۵) حضرت ابراھیم بن ادھم بن منصور رحمۃ اللہ علیہ

متوکل علی اللہ، فنافی اللہ، سرخیل اولیاء ومسند زاہداں حضرت ابراہیم بن ادہم بن منصورؒ بلخ میں پیدا ہوئے۔ صوفیاء کے تذکروں میں عموماً آپ کو فاروقی لکھا گیا ہے، البتہ عربی تراجم کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ تہذیب الکمال میں بعض محققین کا قول آپ کے عربی النسل ہونے کا ذکر کرنے کے بعد مسند ابراہیم بن ادہم کے مرتب ابن مندہ کا ذکر کردہ نسب نامہ بھی نقل کیا ہے، اس سے بھی فاروقی ہونا ثابت نہیں۔

شاہِ بلخ کے متبنیٰ یا نواسا ہونے کی وجہ سے ولی عہد ہوئے پھر بادشاہ بنے۔ حق تعالیٰ شانہ کا لطف شاملِ حال تھا، اسباب پیدا ہوتے چلے گئے، یکے بعد دیگرے متعدد واقعات ایسے پیش آئے کہ بادشاہت کو راہِ فقر پر قربان کر کے نکل کھڑے ہوئے۔ شیخ فریدالدین عطار نے چھت پر اونٹ تلاش کرنے، سرائے کی تلاش میں اجنبی مسافر کے دربار میں پہنچنے اور دورانِ شکار ندائے غیب سے تنبیہ ہونے کے تین قصے بالترتیب ذکر فرمائے ہیں۔ ترکِ سلطنت پر امرا اور وزراء بلخ بار بار اصرار والتجا کرتے کہ دوبارہ اس کو قبول فرماویں مگر حضرت نے کبھی اس کو قبول نہیں فرمایا۔

سالہا سال آپ جنگل میں رہے، نو برس غارِ نیشاپور میں مجاہدہ کیا، ہمیشہ ہاتھ کی کمائی کھاتے، کبھی لکڑیاں بیچتے اور کبھی باغبانی کر لیتے، ایک مرتبہ باغبانی کے دوران ایک سپاہی نے پھل طلب کیا، آپ نے انکار فرمایا تو اس نے کوڑا مارا، آپ نے سر جھکا کر فرمایا کہ جس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی وہ مار ہی کھانے کے قابل ہے، اس پر سپاہی چونکا اور معذرت کرنے لگا، تو آپ نے فرمایا کہ جس سر کی معذرت کی جاتی تھی وہ بلخ میں چھوڑ آیا ہوں۔

کسی بزرگ سے معاش کے متعلق پوچھا: انہوں نے فرمایا کہ ملے تو کھا لیتا ہوں ورنہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صبر۔فرمایا کہ یہ تو شہر کے کتے بھی کرتے ہیں، کام یہ ہے کہ ملے تو ایثار کرو، ورنہ صبر۔

بلخ میں بیوی اور ایک بچے کو چھوڑ کر نکلے تھے، مدتوں بعد مکہ میں بیٹے سے ملاقات ہوئی، آپ نے اسے باطنی کمالات سے بہرہ ور کرنے کے لیے توجہ ڈالی، مگر بیٹا تاب نہ لا سکا اور وفات ہوگئی، ایسا ہی قصہ خواجہ باقی باللہ کو پیش آیا تھا۔ آپ بیتی میں ہے کہ ''توجہ کے ذریعے جو دفعۃً بلا مجاہدہ کوئی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اس میں خطرہ ہوتا ہے مضرت کا، عادۃ اللہ یہی ہے کہ بلا مجاہدہ کوئی کامل نہیں ہوتا۔ (الا ماشاء اللہ)''

حدیث میں اعمشؒ، مالک بن دینارؒ، مقاتلؒ، محمد بن زیادؒ وغیرہ کے شاگرد اور سفیان ثوریؒ، شقیق بلخیؒ، بقیہ بن ولیدؒ، اوزاعیؒ، محمد بن حمیدؒ وغیرہم کے شیخ ہیں، امام بخاریؒ نے الأدب المفرد میں اور ترمذی نے اپنی جامع میں تعلیقاً ان کی روایات نقل فرمائی ہیں۔

حضرت شقیق بلخیؒ اور خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کو آپ نے خلافت سے نوازا تھا۔

بہ قول علامہ ابن حجرؒ ۱۶۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی، سیر اعلام النبلاء میں سنِ ولادت ۱۰۰ھ ہے، اس اعتبار سے ۶۲ / سال عمر پائی۔ شام میں آپ کا مزار بتایا جاتا ہے، بعض نے مدینہ منورہ بتایا ہے، ''البدایہ'' میں ہے کہ روم کے کسی جزیرے میں سفرِ جہاد میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۶) خواجہ حذیفہ مرعشی

حذیفہ نام اور سدید الدین لقب تھا، حلیۃ الاولیاء میں آپ کے والد کا نام قتادہ مذکور ہے۔ شام کے شہر مرعش کے باشندے تھے، جو آج کل ترکستان میں ہے۔ سات سال کی عمر میں حفظِ قرآن مع روایاتِ سبعہ مکمل فرما چکے تھے، ۱۶ / سال کی عمر میں دیگر علوم کی تکمیل فرمائی اور باشارۂ غیبی حضرت ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں پہنچے۔ سیر اعلام النبلاء اور صفۃ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الصفوۃ میں ہے کہ حذیفہ بن قتادہ سفیان ثوری کے شاگرد تھے، ہمارے پاس ان کی روایات موجود نہیں، کیوں کہ بیانِ حدیث سے زیادہ انہیں عبادات کا شوق تھا۔

سیر اعلام النبلاء میں آپ کے رفیق یوسف بن اسباط کے حوالے سے آپ کا قول مذکور ہے کہ اگر مجھے کوئی ایسا شخص ملے جو خدا واسطے مجھ سے بغض رکھتا ہو، تو میں ضرور اس سے محبت کروں گا۔ تصوف میں آپ صاحبِ تصنیف ہیں، البتہ وہ کتابیں اب ناپید ہیں۔

۱۴ یا ۲۴ / شوال ۲۰۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی، علامہ شعرانی نے ۲۰۷ھ سنِ وفات ذکر کیا ہے، خزینۃ الاصفیاء وغیرہ میں سن وفات ۲۷۶ھ، ۲۷۵ھ وغیرہ مذکور ہے، جو درست نہیں۔

خلفا میں خواجہ ابوہبیرہؒ کا نام سرفہرست ہے، بعض حضرات نے حضرت امام شافعیؒ کو بھی آپؒ کے خلفا میں ذکر فرمایا ہے۔

(۷) خواجہ ابوھبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ

اکثر مشائخ نے آپ کا نام صرف ہبیرہ لکھا ہے اور بعض نے ابوہبیرہ لکھا ہے۔ بصرہ میں ۱۶۷ھ میں ولادت ہوئی، ۱۷ / سال کی عمر میں عالم فاضل، حافظِ قرآن اور علومِ ظاہری سے علی وجہ الاتم فراغت پا چکے تھے۔ شروع ہی سے مجاہدے کے خوگر تھے۔ روزانہ دو کلام مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔ تیس سال کے مجاہدے کے بعد ناکامی سے بہت روئے تو آواز آئی کہ فقیری سیکھنے کے لیے خواجہ مرعشی کے پاس جاؤ۔ وہاں حاضر ہوئے اور ایک ہفتے ہی میں کمال حاصل ہو گیا۔ "مراٰۃ الأسرار" میں ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا آپ کا اور آپ کے مریدین کا معمول تھا، حضورِ قلب کے ساتھ نماز کا اہتمام فرماتے تھے، بہ جز ذکر خداوندی مجلس میں کسی اور چیز کا نام نہ لیتے تھے۔ یکسوئی کے نہایت دل دادہ تھے، ایک حجرے میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عمر تمام کردی، رونے کے اس قدر عادی تھے کہ لوگوں کو ہلاکت کا خوف ہوتا تھا۔

۱۲۰ رسال کی عمر پائی اور ۷ / شوال ۲۸۷ھ میں وصال فرمایا۔ بصرہ میں آپ کا مزار ہے۔ خواجہ ممشاد دینوری آپ کے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔

(۸) خواجہ مُمشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ

دینور کے باشندے تھے، جو ہمدان اور بغداد کے درمیان ایک شہر ہے اور اس وقت ایران میں ہے۔ کتابوں میں آپ کا نام ممشاد بن علی یا ممشاد علی ہر دو طرح مذکور ہے۔ کردی زبان میں علی کو ''علو'' کہا جاتا ہے، بایں وجہ کہیں آپ کا نام ممشاد علو بھی مذکور ہے۔ کچھ عربی کتابوں میں ممشاذ (بکسر المیم والذال) اور کچھ میں حمشاد (بالحاء) بھی مذکور ہے۔ حقیقتاً یہ محمشاد یا ممشاد ہے۔ حاشیہ تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فرید الدین عطار میں ہے کہ ممشاد اسم مرکب ''محمد شاد'' کی تخفیف ہے۔

بڑے مالدار تھے اور کثرت سے ضرورت مندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے، اس لیے ''منعم'' آپ کا لقب ہو گیا تھا۔ بعد میں فقر و فاقہ اختیار فرما کر مکہ معظّمہ چلے گئے۔

ابن جلاء اور دیگر اکابر کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی کے امام تھے اور خواجہ ابوہبیرہ کے علاوہ دیگر بزرگوں سے بھی آپ کو اجازت حاصل تھی۔

مادرزاد ولی کہلاتے تھے، اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، حتی کہ بچپن میں بھی کبھی دن میں ماں کا دودھ نہیں پیا۔ فرماتے تھے کہ بے کار چیزوں کے چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے اور جس چیز کی طرف نفس متوجہ ہو اس کے ترک کر دینے کا نام توکل ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ خواجہ ممشاد دینوری اور خواجہ (علو) دینوری ایک ہی شخص ہیں یا دو شخص؟ چوں کہ زمانۂ وفات وغیرہ حالات ہر دو حضرات کے ایک ہی ہیں، اس لیے بہ ظاہر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایک ہی معلوم ہوتے ہیں، داراشکوہ نے ''سفینۃ الاولیاء'' میں دونوں کو الگ شمار کیا ہے۔

خواجہ ابو اسحق شامیؒ چشتی صاحبِ سلسلۂ چشتیہ، خواجہ ابو عامرؒ، خواجہ اسود دینوریؒ صاحب سلسلہ سہروردیہ؛ وغیرہم آپ کے خلفاء ہیں۔

سن وفات طبقاتِ شعرانی کے مطابق ۲۹۷ھ، خزینۃ الاصفیاء میں ۲۹۸ھ۔ اور اقتباس الانوار بہ حوالہ سیر الاقطاب کے مطابق ۱۴ /محرم ۲۹۹ھ ہے۔ دینور ہی میں آپ کا مزار ہے۔

(۹) خواجہ ابواسحق شامی چشتی

آپ شام کے رہنے والے تھے اور شرف الدین آپ کا لقب تھا۔ موسوعۃ الصوفیۃ کے مصنف ڈاکٹر عبدالمنعم حفنیؒ نے آپ کے متعلق نسباً علوی سید ہونا ذکر کیا ہے، البتہ کوئی حوالہ اور تفصیل ذکر نہیں فرمائی۔ (موسوعۃ الصوفیۃ: ۱۰۲)

پروفیسر خلیق احمد تاریخِ مشائخ چشت میں تحریر فرماتے ہیں:

خواجہ ابواسحق شامیؒ پہلے بزرگ ہیں جن کے اسم گرامی کے ساتھ تذکروں میں چشتی لکھا ہوا ملتا ہے، افسوس ہے کہ ان کے حالات تفصیل سے کسی تذکرے میں درج نہیں، مختلف تذکروں مثلاً: مرآۃ الاسرار، شجرۃ الانوار، خزینۃ الاصفیاء میں جو تفصیل دی گئی ہے، وہ کرامت کے چند قصوں کے واقعات تک محدود ہے، وہ کسی طرح شیخ کی پوری شخصیت کو اُجاگر نہیں کرتی، ایک زبردست روحانی نظام کا یہ بانی فکر وعمل کی جن صلاحیتوں کا مالک تھا، اس کا کوئی اندازہ ان تذکروں سے نہیں ہوتا۔

زہد وریاضت کے پہلے سے عادی تھے، بیعت کا ارادہ کیا تو چالیس روز تک استخارہ فرمایا، غیب سے آواز آئی کہ اگر مقصد برآری چاہتے ہو، تو ممشاد دینوری کے پاس جاؤ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سات سال شیخ کی خدمت میں رہے اس کے بعد اجازت حاصل ہوئی۔

حضرت خواجہ ابو اسحق ؒ شام کے رہنے والے تھے، اپنے وطن سے چل کر بغداد آئے اور حضرت خواجہ ممشاد دینوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، خواجہ دینوریؒ اپنے زمانے کے مرتاض بزرگ تھے، دور دور سے عقیدت مند اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، خواجہ عطار کا بیان ہے کہ وہ اپنی خانقاہ کا دروازہ عموماً بند رکھتے تھے۔ جب خواجہ ابو اسحق ؒ ان کی خانقاہ میں حاضر ہوئے تو پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ عرض کیا ابو اسحق شامی۔ آپ نے فرمایا:

''از امروز ترا ابو اسحاق چشتی خوانند کہ خلائقِ چشت و دیار آں از تو ہدایت یابند و ہر کہ سلسلۂ ارادتِ تو در آمد آنہا را نیز تا قیامت چشتی خوانند۔''

آج سے لوگ تجھے ابو اسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے اور چشت اور اس کے نواح کے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلۂ ارادت میں داخل ہوگا اس کو قیامت تک چشتی کہہ کر پکاریں گے۔

اس کے بعد خواجہ دینوریؒ نے ان کو تذکیر و ارشادِ حق کے لیے چشت روانہ کر دیا، جہاں ان کی پر خلوص جِد و جُہد سے ایک عظیم الشان سلسلے کی داغ بیل پڑی اور چشت بہت جلد ایک زبردست روحانی نظام کا مرکز بن کر چمک اٹھا۔ (تاریخ مشائخ چشت: ۱۳۶)

خواجہ ابو اسحاق فقر و فاقے کی زندگی بسر کرتے تھے، اور اس پر فخر کرتے تھے۔ ایک دن اپنے مرید خواجہ ابو احمد چشتی سے فرمانے لگے: ''اے ابو احمد! درویشی بالاتر ست از بادشاہیِ عرب و عجم، واللہ اگر ابو اسحاق را ملکِ سلیمان دہند، ہم قبول نکند''۔

سیر الاولیاء میں ان کے متعلق ایک بزرگ کے یہ اشعار ذکر کیے گئے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

به اقتدى من أهل چشت شيوخهم	كل ولي الله في ميلاده
منهم أبو أسحاق أكبر شيخهم	طود سماء من أشمخ أطواده
أضحى هداة الدين يتبعونه	لا يُعدلون النهج في معتاده

اہل چشت کے تمام مشائخ ان کی اقتدا کرتے ہیں، جمیع اولیاء اللہ ان کی روحانی اولاد ہیں۔ان میں ابو اسحاق سب سے بڑے شیخ ہیں۔جیسے بلند ترین پہاڑوں میں ایک فلک بوس پہاڑ، دین کے روشن ضمیر رہبر بھی ان کی متابعت کرتے ہیں، اور ان کی راہ سے عدول کی طاقت نہیں رکھتے۔

آپ کے بعد چار مشائخ اور بھی چشت ہی کے رہنے والے تھے، اس لیے یہ سلسلہ چشتیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔خواجہ ابو احمد ابدال، خواجہ ابو محمد، خواجہ تاج الدین وغیرہ آپ کے خلفاء ہیں۔

۱۴/ ربیع الثانی ۳۲۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی، مزار بہ مقام عکہ (عکا ACRE) واقع ہے، جو نواحِ شام میں ہے۔آج کل یہ شہر اسرائیل میں ہے۔بعض دیگر حوالوں میں دِمشق کی وادی قاسیون میں آپ کا مدفون ہونا مذکور ہے، یہیں شیخ ابن عربیؒ کا مزار بھی ہے۔

(۱۰) خواجہ ابو احمد ابدال چشتی

آپ حسنی سید تھے، سیر الاقطاب فارسی میں پورا نسب نامہ مذکور ہے۔قصبۂ چشت میں پیدا ہوئے، آپ کے والد سلطانِ فرسنافہ تھے یا ان کا نام سلطان فرسنافہ تھا۔چھ رمضان ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے، ظاہری حسن و جمال میں بھی بے نظیر تھے، چہرہ منور اس قدر چمکدار تھا کہ اگر کہا جائے کہ اندھیرے میں روشنی پیدا کر دیتا تھا؛ تو مبالغہ نہیں۔

خواجہ ابو اسحٰقؒ نے سلطان کی ہمشیرہ کو آپ کی ولادت کی خوش خبری سنا کر حلال مال سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پرورش کی تاکید فرمائی تھی۔ سات سال کی عمر سے خواجہ ابواسحاق ؒ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے، ۱۶/ سال کی عمر میں خواجہ صاحب سے علوم ظاہری کی تکمیل فرما کر بیعت ہوئے، ایک بار جنگل میں راستہ بھول گئے، دور ایک مقام پر دیکھا کہ خواجہ ابواسحاق اور چالیس اولیاءِ کرام تشریف فرما ہیں، آپ بھی حضرت شیخ کے ساتھ ہو لیے اور آٹھ سال سخت مجاہدہ کر کے خرقۂ اجازت حاصل کیا۔

بڑے صاحبِ کرامات اور صاحب الاسرار تھے، دن میں ایک اور شب میں دو قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ باتفاقِ زمانہ قطب ابدال تھے، نذرانہ قبول نہیں فرماتے تھے، اچھے لباس یا اچھے کھانے سے بھی احتراز فرماتے تھے۔

خواجہ ابومحمد اور خواجہ خدابندہ آپ کے خلیفہ ہیں۔

۳/ جمادی الاخریٰ ۳۵۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور چشت میں مدفون ہوئے۔

(۱۱) خواجہ محمد بن ابواحمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال کے صاحب زادے ہیں۔ یکم محرم یا یوم عاشوراء ۳۳۱ھ کو بہ مقام چشت پیدا ہوئے۔ مادرزاد ولی تھے، کہا جاتا ہے کہ حمل کے زمانے میں والدہ کے پیٹ سے ذکر اللہ کی آواز آتی تھی۔ ایامِ رضاعت میں بھی مشغول بالذکر رہتے تھے، اور اوقاتِ صلوٰۃ میں آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر کلمہ پڑھتے تھے۔ مسلسل روزہ رکھنا پسند فرماتے تھے۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں مکتب میں برائے تعلیم بھیجے گئے، انتہائی قلیل عرصے میں حفظ مکمل فرمایا، پھر ۷/ سال کی عمر میں بیعت ہوئے۔ عمر شریف ۲۴/ سال تھی تب والد خواجہ ابو احمد ابدال ؒ کا انتقال ہوا، تو نوجوانی ہی میں آپ کو ان کی جانشینی نصیب ہوئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تاریخی اعتبار سے مشائخِ چشت میں آپ وہ پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے ہندوستان کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں:

وقتیکہ سلطان محمود سبکتگین بہ غزوِ سومنات رفتہ بود خواجہ را در واقعہ نمودند کہ بہ مدد گاریٔ وے می باید رفت، درسن ہفتاد سالگی با درویشے چند متوجہ شدند وچوں آنجا رسید بہ نفس مبارک خود با مشرکان وعبدۂ اصنام جہاد کرد۔ (نفحات الانس:۲۱۵)

جس وقت سلطان محمود سبکتگین سومنات کی طرف روانہ ہوا تو خواجہ ابو محمدؒ کو اشارۂ غیبی ہوا کہ اس کی مدد کے لیے جائیں، وہ ستر برس کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر بنفس نفیس جہاد میں شرکت فرمائی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کے حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان محمود نے سومنات پر ۴۱۶ھ (یا ۴۱۴ھ) میں حملہ کیا تھا، اور اس سے قبل ہندوستان پر ۸ حملے کر چکے تھے۔ جب کہ خواجہ ابو محمدؒ کا سن وفات ۴۱۱ھ ہے۔ اگر یہ سنِ وفات صحیح ہے تو پھر مولانا جامی کی مراد مطلق ہندوستان پر حملہ ہوگا۔ (ملخص از ص:۲۳) البتہ اقتباس الانوار (ص:۲۹۶) میں آپ کے سن وفات میں ایک قول ۴۲۱ھ۔ مذکور ہے۔ بایں اعتبار جنگِ سومنات میں بھی آپؒ کی شرکت متصور ہے۔ بہر حال! اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ آپؒ ہی ہندوستان تشریف لانے والے پہلے چشتی بزرگ ہیں، البتہ ہندوستان میں آپ نے قیام نہیں فرمایا، اس لیے سلسلے کے اصلاحی وتربیتی نظام کا قیام ممکن نہ ہوا۔

آپ کی ہمشیرہ بھی نہایت متقیہ تھیں، اور یادِ الٰہی میں شغل کی وجہ سے نکاح کی رغبت نہ رکھتی تھیں۔ خواجہ ابو احمد ابدالؒ نے خواب میں بھائی بہن دونوں کو نکاح کی تاکید کرتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوئے فرمایا کہ تمہارے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہوگا، جو اپنے وقت کا قطب الاقطاب ہوگا اور یہ بلا نکاح ممکن نہیں، اس لیے تم نکاح کرلو، اور ایک حسینی سید نوجوان محمد سمعان کا نام بھی تجویز فرمایا۔ چناں چہ ہمشیرہ کا نکاح محمد سمعان سے کروانے کے بعد آپ نے بھی بہ عمر ۵۶ یا ۶۵ / سال نکاح فرمایا۔ البتہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے خواہرزادہ ابو یوسف بن محمد سمعان کو اپنا بیٹا سمجھ کر اس کی بہترین تربیت فرمائی، جو آپ کے بعد سلسلے میں آپ کے جانشین بنے، خواجہ ابو یوسف بن محمد سمعان کے علاوہ خواجہ محمد کا کو اور خواجہ استاد مرداں آپ کے خلفا ہیں۔

۱۴ / ربیع الاول ۴۱۱ھ یا یکم رجب کو آپ کا انتقال ہوا۔ جب کہ اقتباس الانوار میں تاریخِ وفات ۴ / ربیع الاول ۴۲۱ھ ذکر کی گئی ہے۔ چشت ہی میں آپ کا مزار ہے۔

(۱۲) خواجہ ابو یوسف بن سمعان چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حسینی سید تھے، ۱۳ / واسطوں سے آپ کا نسب سیدنا حضرت حسینؓ تک پہنچتا ہے، چشت ہی میں تقریباً ۳۷۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ آپ کا نام یعقوب تھا۔ آپ کے ماموں خواجہ ابو محمد چشتی کی تعلیم تربیت میں رہے اور ان کی وفات کے بعد ۳۶ / سال کی عمر میں جانشین بنے۔

آپ حافظ قرآن نہ تھے، اس وجہ سے قلق رہتا تھا، ایک مرتبہ بہت رنج ہوا تو عالم واقعہ میں اپنے شیخ کو یہ فرماتے دیکھا کہ سو مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھو، اس قلق سے خلاصی پاؤ گے۔ سو مرتبہ پڑھنا تھا کہ تمام قرآن شریف حفظ ہو گیا، اس کے بعد سے پانچ ختم روزانہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سفر میں تھے، راستے میں کنک نامی مقام پر ایک درویش کے مہمان بنے، شب کو ان کی لڑکی نے خواب دیکھا کہ چودھویں کا چاند میری گود میں اتر آیا، صبح کو اس نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

والد سے خواب کہا تو وہ شیخ ابو یوسف کی خدمت میں برائے تعبیر حاضر ہوئے۔ مگر حضرت شیخ نے از خود قصہ ذکر فرما کر تعبیر ارشاد فرمائی کہ وہ چاند میں ہی ہوں، میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس لڑکی سے نکاح کی درخواست کی تھی، چناں چہ درویش نے اپنی صالحہ لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ ان ہی کے بطن سے خواجہ مودود چشتی پیدا ہوئے، جو بعد میں جانشینِ سلسلہ ہوئے۔

خواجہ عبداللہ انصاریؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو محظوظ ہو کر فرمایا کہ تمام مشائخِ چشت کا یہی حال رہا ہے، یعنی خلق سے بے پروا اور باطن کے بادشاہ!

قربِ وفات اپنے صاحب زادہ خواجہ مودود چشتی کو اپنا جانشین بنایا۔

اکثر حضرات کے بہ قول ۳ / رجب ۴۵۹ھ میں حضرت کا وصال ہوا۔ بعض مؤرخین نے بہ جائے رجب کے اوائل جمادی الاخریٰ اور بعض نے یکم جمادی الاولیٰ اور چار ربیع الاول کی تاریخ بھی ذکر کی ہے۔ چشت ہی میں مزار ہے۔

(۱۳) خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب، شمعِ صوفیاں و چراغ چشتیاں خواجہ مودود بن ابو یوسفؒ ۴۳۰ھ میں بہ مقام چشت پیدا ہوئے۔ ۷ رسال کی عمر میں حفظ مکمل فرمایا اور ۱۶ رسال کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہوئے۔ علامہ جامی نفحات الانس میں تحریر فرماتے ہیں: مشیخت کے بعد بہ مشورہ شیخ احمد جام بلخ جا کر تکمیل علوم فرمائی ہے، اور اسی زمانے میں منہاج العارفین اور خلاصۃ الشریعۃ تصنیف فرمائی۔ ۲۹ / سال کی عمر تھی جب والد نے انتقال فرمایا تو آپ ان کے جانشین ہوئے اور سچے جانشین ہوئے۔ ہدایتِ خلق میں والد کی نیابت کا حق ادا کر دیا، چناں چہ کہتے ہیں کہ آپ کے دس ہزار خلفا تھے، اور مریدین کی تو کوئی انتہا نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شیخ احمد جام زندہ پیل آپ سے بڑی محبت رکھتے تھے، والد کے انتقال کے بعد آپ کو والد کی مسند مشیخت پر جانشین فرمانے خود تشریف لائے۔ شیخ احمد جامؒ اور خواجہ مودود کے درمیان مقابلہ اور اختلاف کے عجیب قصے بعض حضرات نے نقل کیے ہیں، جو درست نہیں۔

اللہ رب العزت نے اس خاندان کو بڑی نعمتوں سے نوازا تھا اور ایک عالم کے لیے عرصۂ دراز تک یہ خاندان ذریعۂ ہدایت اور وسیلۂ نجات رہا۔ موجودہ ہندوستان اور پاکستان کے متعدد علاقوں میں یہ خاندان آج بھی ''مودودی'' خاندان سے مشہور ہے۔ اس کی کچھ تفصیل اقتباس الانوار (ص:۳۰۸) وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بزم مملوکیہ (ص:۲۲۶) میں ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن آپ کے پرپوتے شیخ علی محی الدین بن رکن الدین حسین بن نجم الدین مشتاق بن قطب الدین مودود چشتی کا مرید و عقیدت مند تھا۔ شیخ علی محی الدین دہلی میں رہتے تھے، دو بزرگ چشت کی سجادہ نشینی کے لیے انہیں دہلی سے چشت لے جانے کے لیے آئے تو شیخ علی چشتی تیار ہو گئے، بلبن کو علم ہوا تو قدموں میں گر کر قسم کھائی کہ اگر آپ چشت تشریف لے گئے، تو میں بھی مملکت چھوڑ کر آپ کے رکاب میں چشت پہنچوں گا۔

نزہۃ الخواطر میں ہے کہ ہندوستان کا واحد چشتیہ سلسلہ جو خواجہ معین اجمیری کے واسطے کے بغیر مشائخ چشت تک پہنچتا ہے؛ وہ شیخ رکن الدین گجراتی کا ہے، جو خواجہ فرید الدین گنج شکر کی اولاد میں تھے، اور کچھ واسطوں سے ان کا سلسلۂ ارادت و بیعت ان ہی شیخ علی محی الدین مودودی تک پہنچتا ہے۔

صاحب زادہ شیخ نجم الدین احمد مشتاق کے علاوہ خواجہ شریف زندنیؒ آپ کے اجل خلیفہ ہیں جو ہمارے سلسلے میں آپ کے جانشین ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ستانوے سال کی عمر پائی، رجب المرجب ۵۲۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور چشت میں مدفون ہوئے۔

(۱۴) خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ

ترک وتجرید میں عالی مقام اور ریاضت ومجاہدات میں قدمِ ثبات کے حامل شیخ حاجی شریف زندنی، بخارا سے چار میل دور واقع قصبہ زندنہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۴/ سال کی عمر سے باوضو رہنے لگے تھے، ہمیشہ جامۂ پیوندی زیب تن فرماتے اور فقر وفاقہ عزیز رکھتے تھے۔ چالیس سال تک آبادی سے متوحش ایک جنگل میں قیام فرمایا اور درختوں کے پتے وغیرہ پر گذر فرماتے رہے۔

خلق کی حاجت روائی اور تواضع کا اس قدر غلبہ تھا کہ ایک فقیر کی لڑکیوں کے مصارفِ نکاح کی خاطر سات سال تک آتش پرست کی غلامی قبول فرمالی، اور بادشاہِ وقت کی جانب سے معاوضہ پیش کیے جانے پر ارشاد فرمایا کہ آتش پرست سے میرا معاہدہ غلامی کا ہوا ہے، معاوضے کا نہیں، آتش پرست یہ استقلال دیکھ کر مسلمان ہوگیا اور آپ کو آزاد کردیا۔

رونے کا آپ پر غلبہ تھا، اکثر نعرہ مار کر بے ہوش ہوجاتے تھے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ آیتِ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذٰریٰت:۵۶) کا خیال آتا ہے تو تاب نہیں رہتی۔

تین یا دس رجب ۶۱۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ۱۲۰/ سال عمر پائی۔ بعض کے قول کے مطابق ۵۸۴ھ یا ۵۸۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے مزار کے جائے وقوع میں اختلاف ہے، بعض لوگوں کے نزدیک قنوج، کسی کے بہ قول زندنہ اور کچھ لوگ شام میں ہونا ذکر کرتے ہیں۔ خواجہ عثمانی ہارونی (ہرُ وَنی) آپ کے مشہور خلیفہ اور ہمارے سلسلے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میں آپ کے جانشین ہیں۔

(۱۵) خواجہ عثمان ہارونی (ھَرْوَنی) رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے پیر ومرشد؛ خواجہ عثمان ہروَنی کا شمار اکابر مشائخِ چشتیہ اور اولوالعزم صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ مقام ہرُوَن میں ۵۲۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ مصنفِ مراۃ الاسرار (ص:۵۵۴) نے آپ کی جائے ولادت ''ہاروَن'' کو علاقۂ فرغانہ کا ایک دیہات بتایا ہے، جب کہ خیر المجالس (ص:۵۲) میں خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح تلفظ ''ہَرْوَن'' ہے۔

خرقۂ خلافت حضرت شیخ حاجی شریفؒ سے حاصل کیا، لیکن اپنے دادا پیر حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے بھی دعائیں اور برکات حاصل کیں۔ عبادت وریاضت کا حظِ وافر رکھتے تھے، ایک قرآن شریف دن میں اور ایک رات میں ختم کرنے کا معمول تھا۔

بیعت کے تین سال بعد آپ کو خلافت سے نوازا گیا، خلافت کے وقت شیخ نے کلاہِ چہار ترکی یعنی کلیوں والی ٹوپی پہنائی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ اس سے چار ترکوں کی طرف اشارہ ہے، ترکِ دنیا، ترکِ آخرت بہ جز ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ، ترک خواب ونوم، ترک ہوائے نفس۔

ایک مرتبہ آتش پرستوں کی بستی پر گذر ہوا، آپؒ نے خادم فخر الدین کو آگ لینے بھیجا تو انہوں نے کہا کہ یہ عبادت کی آگ ہے، نہیں دے سکتے۔ چناں چہ آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور توحید کی تلقین فرما کر آگ کی پرستش ترک کرنے کی نصیحت کی، انہوں نے آپ سے آگ میں کودنے کا مطالبہ فرمایا، آپ نے دوگانہ ادا فرمائی اور ان کے سردار کے کم سن بچے کو لے کر آگ میں جا پہنچے، دو گھنٹے کے بعد بچے سمیت صحیح سلامت باہر آئے، اس پر وہ سب مع اس سردار کے مسلمان ہو گئے۔ یہی مرید وخادم فخر الدین بعد میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہندوستان حضرت خواجہ معین الدینؒ کے پاس آ گئے تھے اور احاطۂ درگاہِ خواجہ اجمیری، بیگمی دالان میں مدفون ہوئے۔ معین الارواح میں ہے کہ یہ قصہ علاقہ گجرات کے سفر میں کسی مقام پر پیش آیا تھا۔

بزمِ مملوکیہ اور معین الارواح وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ عثمانی ہرونیؒ، اپنے مرید خاص خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے ملنے دہلی تشریف لائے تھے اور دو ڈھائی سال یہاں قیام فرمایا، اس موقع پر سلطان شمس الدین التمش آپ سے ملنے پہنچے اور فلاح دین و دنیا کی نصیحت کا طالب ہوئے، آپؒ نے اس موقع پر خواجہ اجمیریؒ کو سلطان کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے ایک کتاب تالیف فرمانے کا حکم فرمایا۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ آپ کے مرید و خادمِ خاص تھے، فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ سیاحتِ دنیا کے بعد واپس بغداد پہنچے، تو مجھ فقیر کو روزانہ بوقت چاشت حاضر ہونے کو ارشاد فرمایا، اس موقع پر حضرت جو کچھ ارشاد فرماتے وہ ضبط کر لیتا۔ ''انیس الارواح'' اسی مجموعے کا نام ہے۔

حضرتؒ کے چار خلیفہ مشہور تھے: خواجہ معین الدین اجمیریؒ، خواجہ نجم الدین صغریٰؒ، شیخ سوری منگوہیؒ، خواجہ محمد ترک۔

پانچ شوال ۶۱۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ سن وفات ۶۰۳ / ۵۶۷ / ۵۹۷ / ۶۳۳ھ بھی بتلایا گیا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء میں عمر مبارک ۹۱ سال ذکر کی گئی ہے۔

مراۃ الاسرار میں ہے کہ آخر عمر میں مکہ مکرمہ جا کر معتکف ہو گئے تھے اور دربارِ الٰہی میں دو دعائیں خاص مانگی تھیں: مکہ مکرمہ میں قبر نصیب ہو اور مریدِ خاص معین کو ولایتِ خصوصی بے مثال نصیب ہو۔ چناں چہ آپؒ کی دونوں دعائیں قبول ہوئیں۔ مراۃ الاسرار کے اردو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مترجم کیپٹن واحد بخش سیال فرماتے ہیں کہ ’’آپ کی قبر آج تک مکہ معظّمہ میں سابق شریف مکہ شریف حسین کے محل میں موجود ہے، بندہ مترجم مولانا ومرشدنا حضرت سید محمد ذوقی شاہ کی معیت میں قبر کی زیارت سے ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں مشرف ہوا ہے۔‘‘

(۱۶) سلطان الھند، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

سلاسلِ تصوف میں جس سلسلے کو برِّ صغیر ہند میں قبول عام اور دخولِ اولیں نصیب ہوا وہ سلسلۂ خواجگانِ چشتیاں ہے؛ بلکہ مشائخِ سلسلہ کو بطریقِ الہام ہندوستان پر خصوصی توجہ دینے کی تاکید کی گئی۔ جیسا کہ ماسبق میں گذرا۔ تاریخی اعتبار سے ہندوستان کی طرف توجہ دینے والے سب سے پہلے چشتی شیخ خواجہ ابومحمد چشتیؒ (م: ۴۱۱ھ یا ۴۲۱ھ۔) ہیں؛ البتہ اس سلسلے کو متعارف کروانے اور اس کے فیض کو عام کرنے کا سہرا حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سجزیؒ کے سر ہے۔ آپؒ نے اجمیر میں اس سلسلے کے مرکز کی بنیاد رکھ کر ہندوستان کے ہر گوشے تک سلسلے کا فیض پہنچانے کی سعی فرمائی۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ’’اسلامی دنیا کے لیے ہندوستان کی دریافت اور یافت ’’نئی دنیا‘‘ کی دریافت سے کم انقلاب انگیز اور عہد آفریں واقعہ نہ تھا۔ اگرچہ پہلی صدی ہجری ہی میں یہاں اسلام کے حوصلہ مند دستے آنے شروع ہو گئے تھے اور ۹۳ھ۔ میں محمد بن قاسم ثقفی نے سندھ سے ملتان تک کے علاقہ کو اپنی شمشیر واخلاق سے تسخیر کیا تھا اور اس برصغیر (ہند) میں جابہ جا داعیانِ اسلام کے مراکز وخانقاہیں چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح قائم ہو چکی تھیں، جیسے: ع

بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیل رہبانی

لیکن حقیقتاً ہندوستان کی فتح کا سہرا سکندرِ اسلام سلطان محمود غزنوی (م: ۴۲۱ھ) کے سر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور مستحکم و مستقل اسلامی سلطنت کے قیام کی سعادت سلطان شہاب الدین محمد غوری (م: ۶۰۲) کے حصے میں تھی، اور آخری طور پر اس کی روحانی تسخیر اور اخلاقی و ایمانی فتح حضرت خواجۂ بزرگ شیخ الاسلام معین الدین چشتیؒ (م: ۶۲۷ھ) کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔''

(تاریخ دعوت وعزیمت: ۳/۲۱، ۲۲)

حضرت خواجہؒ کی وطنی نسبت درحقیقت ''سجزی'' ہے۔ لکھنے، پڑھنے اور بولنے میں عدم احتیاط کی بنا پر سنجری ہو گیا۔

مشہور قول کے مطابق ۱۴ / رجب ۵۳۷ھ (۱۱۴۲ء) کے روز آپؒ کی ولادت ہوئی۔ والدِ بزرگوار سید غیاث الدین کا سلسلۂ نسب ۱۳ رویں پشت پر حضرت حسینؓ سے جاملتا ہے۔ اور والدہ محترمہ ام الورع بی بی ماہ نور کا سلسلۂ نسب گیارہویں پشت پر حضرت حسنؓ سے جاملتا ہے۔ اس طرح آپؒ نسباً حسینی و حسنی سید تھے۔

ولادت کا زمانہ، عالم اسلام کی خانہ جنگی، سیاسی ابتری اور افراتفری کا زمانہ تھا، تاتاریوں نے پورے علاقہ میں ظلم و بربریت کا قہر برپا کر دیا تھا، اسی صورتِ حال سے پریشان ہو کر آپؒ کے والد سجستان سے ہجرت کر کے خراسان آ گئے، مگر خراسان کی حالت اور زیادہ خراب تھی، آخرش اسی پریشانی کے عالم میں آپؒ کے والد انتقال فرما گئے۔

خراسان ہی میں آپ کا بچپن گذرا۔ جب آپ کی عمر تقریباً ۱۲ - ۱۳ سال کی تھی، خراسان میں خون ریزی اور قتل و غارت گری اپنے عروج پر پہنچ گئی، ہر طرف قتل و غارت، لوٹ مار، ہلاکت کا منظر تھا، لوگوں نے جان بچانے کے لیے جامع مسجد میں پناہ لی تو اس کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ نیشاپور میں ایک ذی نفس کو بھی زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ عوام و خواص، تاجر و کسان، مشائخ و صوفیاء؛ بلا امتیاز تمام ہی مارے گئے۔ یہ سب مناظر اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مصائب حضرت خواجہؒ نے بچشم خود دیکھے اور جھیلے تھے، آپ کی ابتدائی تربیت اور ذہن سازی میں ان حالات نے گہرا اثر چھوڑا تھا، اور اسی کے نتیجے میں آپؒ نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنے، امن وصلح کی تعلیم عام کرنے اور مظلوم و بے سہارا لوگوں کی اعانت کو اپنی زندگی کا نصب العین متعین کرلیا۔

۵۵۱ھ میں والد محترم کی وفات ہوئی۔ میراث میں ایک باغ اور چکی چھوڑ گئے۔ اس کے دو سال بعد نیشاپور دوبارہ تاتاریوں کے حملے کا نشانہ بنا اور تباہ و برباد کیا گیا۔ ان واقعات سے دنیا کی بے ثباتی کا نقش آپؒ کے دل پر اور زیادہ گہرا ہو گیا۔ پھر اسی زمانے میں مشہور بزرگ شیخ ابراہیم قندوزیؒ سے ملاقات ہوئی، تو ان کی صحبت وتوجہ نے اس کیفیت کو اور بڑھا دیا، حتی کہ آپؒ اپنی تمام جائداد تقسیم کر کے سفر پر نکل پڑے۔

پہلی منزل سمرقند (بخاریٰ) تھی، یہاں اولاً حفظ قرآن کی سعادت حاصل فرمائی اور پھر جید علما و مشائخ سے تحصیلِ علمِ دین میں مشغول ہوئے۔ حصولِ علم سے فراغت ہوئی تو آگے عراق کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر قصبہ ہرون سے گذر ہوا۔ وہاں حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ سے ملاقات ہوئی۔ ان کی ملاقات وصحبت کی بڑی تاثیر آپؒ نے محسوس فرمائی، چناں چہ ان ہی سے بیعت ہو گئے۔

بزم صوفیاء کی تحریر کے مطابق: ''حضرت خواجہ نے اپنے مرشد سے ۵۲ رسال کی عمر میں خرقۂ خلافت پایا، اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ اپنے مرشد کے ساتھ بیس سال رہے (جیسا کہ انیس الارواح وغیرہ میں ہے) تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ۳۲ رسال کی عمر میں مرید ہوئے اور اس سے پہلے کا زمانہ ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل میں گذرا۔ (ص:۵۳)

البتہ مشہور قول یہی ہے کہ پیر ومرشد سے بیعت ہوتے ہی آپ کو اجازت وخلافت سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نوازا گیا، مگر حضرتِ خواجہؒ اس کے بعد بھی طویل عرصہ تک صحبتِ شیخ اختیار کیے رہے۔ بعض کتابوں میں آٹھ سال اور کسی میں ۲۰ رسال یہ مدت مذکور ہے۔

آپؒ غلاموں کی طرح اپنے پیر کی خدمت میں رہے، سفر میں مرشد کا بستر اور دوسری ضروری چیزیں اپنے سر پر رکھ کر چلتے۔ اس دوران خواجہ عثمان ہرونیؒ سفر وسیاحت کے لیے نکلے، تو آپؒ بھی بہ غرض خدمت ساتھ تھے۔ سیستان، اوش، بدخشاں، بغداد، دمشق اور مکہ و مدینہ کے سفر میں صحبتِ شیخ اور خدمتِ پیر ومرشد کی سعادت پائی۔ دورانِ سفر بے شمار صلحا اور اولیا سے ملاقات ہوئی، اور ان سے بھی نصیحت، فیض اور تربیت کے مواقع آپؒ کو میسر آئے۔ خواجہ عثمان ہرونیؒ کو بھی آپؒ سے بڑی شیفتگی اور محبت تھی، فرمایا کرتے: معین الدین محبوبِ الٰہی است، مرا از مریدیٔ او واز مریدانش فخرِ تمام است۔ (سیر الاقطاب: ۱۰۳)

اس کے بعد پیر ومرشد سے اجازت لے کر سیرِ دنیا کو روانہ ہوئے۔ مقصدِ سفر راہِ سلوک کی منازل طے کرنا اور مشائخ سے فیض حاصل کرنا تھا۔ چناں چہ وہ مقامات سفر کی خاص منزلیں تھیں جہاں اولیاء اللہ اور عارفین قیام پذیر تھے۔ جس کسی کی صحبت میں جاتے، حسبِ توفیق وہاں قیام فرماتے اور فیوض وبرکات سے استفادہ کو اپنی سعادت سمجھتے۔

اولاً حج کے لیے پہنچے، پھر کچھ عرصہ مدینہ شریف میں قیام فرمایا اور بغداد تشریف لائے۔ یہیں آپؒ کے جانشین اور خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حاضرِ خدمت ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

جیل یا جیلان (گیلان) پہنچے تو حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ (۴۷۰ھ - ۵۶۱ھ) کے یہاں ستاون روز مقیم رہ کر ہر قسم کے فیوض حاصل کیے۔ خوارزم میں شیخ نجم الدین کبریٰؒ (م ف ۶۱۸ھ) کی صحبت میں ڈھائی سال قیام فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تبریز پہنچے تو شیخ ابوسعید تبریزیؒ سے ملاقات ہوئی، اصفہان میں شیخ محمود اصفہانیؒ کی صحبت میں گئے، بلخ میں شیخ احمد خضرویہؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ علاوہ ازیں استراباد، بخارا، غزنین اور دیگر مقامات پر تشریف لے گئے اور مشائخ سے استفادہ فرمایا۔

اس سیاحت میں بزرگانِ دین کے مزارات پر چلہ کر کے فیض باطنی بھی حاصل فرماتے رہے۔ مثلاً: ہمدان تشریف لائے تو حضرت ابو یوسف ہمدانیؒ (م: ۵۳۵ھ) کے مزار کی زیارت کی۔ خرقان میں شیخ ابوالحسن خرقانیؒ (م: ۴۲۵ھ) کے مزار اقدس پر حاضری دی، ہرات میں شیخ عبداللہ انصاریؒ (م: ۴۸۱ھ) کے مزار پر مراقبہ کیا۔ ہرات سے سبزوار آ گئے یہاں کا حاکم یادگار محمد مسلکاً شیعہ تھا اور حضرات خلفاء ثلاثہ سے شدید بغض رکھتا تھا، اتفاقاً آپؒ نے اسی کے باغ میں قیام فرمایا اور آپؒ کی کرامت دیکھ کر وہ آپؒ کا عقیدت مند ہو گیا، آپؒ کے ہاتھوں اس نے اسلام قبول کیا اور پھر آپؒ کی صحبت و تربیت ہی میں رہنے لگا، اور آخرش اس کو بھی ولایت نصیب ہوئی اور مقبول بارگاہِ خداوندی ہوا۔

یہاں سے حصار ہوتے ہوئے بلخ پہنچے۔ یہاں سے غزنین ہوتے ہوئے لاہور (ہندوستان) پہنچے۔ ہندوستان کے حالات اس زمانے میں بہت ابتر تھے۔ خالق و مالک کو یکسر بھلا دیا گیا تھا، مخلوق کی عبادت کی جاتی تھی، بلکہ بے جان اشیاء کی مورتیں تک معبود بنی ہوئی تھیں۔ درخت، زہریلے جانور، پہاڑ کے پتھر، سورج، چاند، ستارے، آگ، پانی؛ وغیرہ تمام اشیاء کو معبودیت کا مقام دے کر ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ کسی چیز کو دیو، کسی کو دیوی، کچھ کو دیوتا اور بعض چیزوں کو خدا یا خدا کا اوتار سمجھتے تھے۔ ہندوستان کی اس حالتِ زار کو دیکھ کر آپؒ نے ہندوستان ہی میں قیام کرنے اور تبلیغِ دین کا ارادہ کر لیا۔ اولین طور پر لاہور میں شیخ مخدوم علی ہجویریؒ کے مزار پر ایک مدت تک قیام فرمایا اور مراقبہ میں مشغول رہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پھر یہاں سے کوچ فرمایا اور دہلی آپہنچے۔ یہاں سے اجمیر روانہ ہوئے اور اجمیر ہی میں قیام کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ اجمیر شہر اس زمانہ میں راجپوتوں کے چوہان خاندان کا پایۂ تخت تھا اور سلطنت کی باگ ڈور پرتھوی راج چوہان (۱۱۶۵ء سے ۱۱۹۲ء) کے ہاتھ میں تھی۔

ان دنوں اجمیر راجپوت سامراج کا مضبوط مرکز اور ہندوؤں کا مذہبی گڑھ تھا، دور دور سے ہندو اپنی مذہبی رسومات پوری کرنے کے لیے وہاں جمع ہوتے تھے، ایک ایسے زبردست سیاسی اور مذہبی مرکز میں قیام کا فیصلہ نہ صرف خواجہ صاحبؒ کے عزائم کی ترجمانی کرتا ہے، بلکہ ان کی غیر معمولی خود اعتمادی کا بھی آئینہ دار ہے۔

یہاں قیام فرما کر آپؒ نے لوگوں کو دین کی دعوت دینی شروع کر دی، مگر بڑی مشکلات پیش آنے لگیں، پورا علاقہ کفر وشرک کا مرکز تھا اور توحید کا نام ونشان نہ تھا۔ یہی صورتِ حال اس کی بھی متقاضی تھی کہ یہاں رہ کر توحید کی دعوت دی جائے اور اسلام کی اشاعت کی جائے، اس لیے آپؒ تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے یہیں مقیم رہے۔

اجمیر آمد کے متعلق مؤرخین میں بڑا اختلاف ہے۔ اقرب یہی ہے کہ ۵۸۷ھ میں آپ وارد اجمیر ہوئے۔ اس وقت شہر کی آبادی موجودہ مقام پر نہ تھی، بلکہ تاراگڑھ کی پہاڑیوں کے نیچے تھی، جہاں اس وقت قدیم شہر کے کھنڈرات نظر آتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر آپؒ نے شہر سے باہر ایک میدان میں پڑاؤ ڈالا۔

کچھ مدت کے بعد آپؒ نے راجا رائے پتھورا کو اسلام کی دعوت پیش کی، مگر اس نے دعوت قبول کرنے کے بہ جائے کبر ونخوت کا رویہ اپنایا۔ اس کی اس گستاخی سے ناراض ہو کر آپؒ نے اسی وقت فرمایا کہ ''پتھورا را زندہ گرفتہ بدستِ لشکر اسلام دادم'' (ہم نے اسے زندہ گرفتار کر کے لشکرِ اسلام کے حوالے کر دیا) (سیر الاقطاب: ۱۳۲) درحقیقت یہ حضرت خواجہؒ کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایک پیشین گوئی تھی، جو اس کے بعد عالم واقعہ میں سچ ثابت ہوئی۔

ایک سال قبل ہی سلطان شہاب الدین غوری رائے پتھورا کے ہاتھوں شکست کھا کر واپس گیا تھا اور جذبۂ انتقام میں ایک سخت حملے کی تیاری کر رہا تھا۔ چناں چہ کچھ دنوں بعد ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر دوبارہ حملہ آور ہوا۔ رائے پتھورا نے بھی مقابلے کی بھرپور تیاریاں کی تھیں، ڈیڑھ سو ہندو راجاؤں کی افواج اس کے ساتھ تھیں، جن کی مجموعی تعداد تین لاکھ کے قریب تھی۔ ترائن (تلاودی) کے میدان میں دونوں افواج کا سامنا ہوا، گھمسان کی لڑائی کے بعد ہندو افواج پسپا ہونے لگیں، رائے پتھورا بھی جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑا ہوا، مگر کسی نے اسے درمیان سے پکڑ کر سلطان کے ہاتھوں میں سونپ دیا۔

تاریخی اعتبار سے یہی وہ جنگ ہے جس کے سبب ہندوستان کے اقتدار پر غوری خاندان کا تسلط ہوا؛ اس لیے غوری سلطنت بھی درحقیقت حضرت خواجہ معین الدینؒ کی دعاؤں کا ثمرہ کہی جاتی ہے، دوسری طرف یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان کی تاریخ کا ''دور مسلمانی'' یا جسے ''سلطنت دہلی'' کہتے ہیں، اس کی ابتدا بھی اسی فتح سے ہوتی ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو ہندوستان کے ظاہری و باطنی؛ ہر دو اعتبار سے فاتح ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت خواجہ معین الدینؒ کی حیات ہی میں سیاسی مرکزیت اجمیر سے دہلی منتقل ہوگئی تھی اور اجمیر کو اب وہ مرکزی حیثیت حاصل نہ تھی، حضرت خواجہؒ نے اپنے خلیفہ و جانشین حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو دہلی میں سکونت کرنے کا حکم دیا اور خود اجمیر میں رہ کر ہی خدمتِ خلق، ارشاد و تلقین اور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔

ابوالفضل نے آئین اکبری میں بہت ہی مختصر الفاظ میں آپؒ کی حیات اور خدمات کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جامع نقش رقم کیا ہے: ''غیاث الدین حسن کے بیٹے اور حسینی وحسنی سادات ہیں۔ ۵۳۷ھ میں قصبہ سجز میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ کے والد انتقال کر گئے۔ خدا رسیدہ بزرگ ابراہیم قندوزی کی ان پر نظر پڑی۔ جس نے آپ کے دل وجان میں ایک آگ لگا دی اور آپ راہِ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ہرون جو کہ نیشاپور کا ایک دیہات ہے، خواجہ عثمان چشتی کی صحبت میں پہنچے اور ریاضت میں مشغول ہوئے اور پھر خلافت پائی۔ اس کے بعد طلبِ حق کی تگ ودو میں مشغول ہوئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ پھر جس سال سلطان معزالدین سام نے دہلی فتح کیا، وہاں پہنچے اور عزلت گزینی کا ارادہ کر کے اجمیر آ گئے۔ بے شمار چراغ روشن کئے اور اور آپ کے دم قدم سے جوق در جوق لوگوں نے فائدہ پایا۔ شنبہ کے روز، ماہِ رجب ۶۳۳ھ میں سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔ وہاں پہاڑ کے دامن میں آپ کی خواب گاہ ہے اور آج کل ہر چھوٹے بڑے کی زیارت گاہ ہے۔'' (آئین اکبری: ۳/۱۶۸)

حضرت خواجہ اجمیریؒ کی زندگی کا بڑا حصہ تجرد میں گذرا، البتہ سکونتِ اجمیر کے بعد کسی وقت نکاح فرمالیا تھا، اس نکاح کا مقصد بھی کوئی ذاتی خواہش وطلب نہ تھی۔ قصہ یہ پیش آیا کہ اجمیر کے داروغہ سید حسن مشہدی کے چچا سید وجیہ الدین مشہدی اپنی دختر عصمت اللہ بی بی کے لیے مناسب رشتے کی تلاش میں تھے، ایک رات انہیں خواب میں حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی صاحبزادی کا رشتہ حضرت خواجہ معین الدین سے کر دیجیے۔ صبح بیدار ہو کر انہوں نے اپنا خواب سنایا، تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اب اس عمر میں نکاح کی ضرورت نہیں، لیکن تعمیل ارشاد اور تکمیلِ سنت میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ ان سے حضرت خواجہؒ کے تین بیٹے ہوئے: خواجہ فخرالدین، خواجہ ابوسعید، خواجہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حسام الدین۔ کچھ عرصے بعد ایک ہندو راجا کی نومسلم لڑکی سے آپ کا نکاح ہوا، جن کا نام بی بی امۃ اللہ تھا۔ ان سے حضرت خواجہؒ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی کی ولادت ہوئی، دونوں صاحب زادے بچپن میں انتقال فرما گئے۔ البتہ صاحب زادی بی بی حافظہ جمال؛ متقیہ، پرہیز گار اور ولایتِ کاملہ سے سرفراز تھیں اور حضرت خواجہؒ نے انہیں خلافت سے بھی نوازا تھا، حضرت خواجہؒ کے قریب ہی ان کا مزار ہے۔ (مرآۃ الاسرار، سیر الاقطاب، بزم صوفیہ)

جو کتابیں آپؒ کی نسبت سے مشہور ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) انیس الارواح: یہ حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو پیر و مرشد کے حکم کے مطابق حضرت خواجہ اجمیریؒ نے جمع کیے ہیں۔

(۲) دیوان خواجہ معین الدین: یہ ایک فارسی مجموعۂ کلام ہے۔ جس میں ''معین'' کے تخلص سے مختلف غزلیں درج ہیں؛ مگر حقیقتاً یہ حضرت خواجہ اجمیریؒ کا کلام نہیں۔

(۳) کنز الاسرار یا گنج الاسرار: اس کتاب کی تصنیف کا قصہ یوں ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ بغرض ملاقات ہندوستان حضرت خواجہ اجمیری کے پاس آئے تھے اور دو ڈھائی سال یہاں قیام فرمایا۔ اس درمیان سلطان شمس الدین التمش حضرت خواجہ ہرونیؒ سے ملنے تشریف لائے اور عرض کیا کہ فلاحِ دنیا و آخرت کے لیے کچھ نصائح ارشاد فرمائیں۔ اس کی اس درخواست پر خواجہ عثمان ہرونیؒ نے اپنے مرید حضرت خواجہ اجمیریؒ کو ارشاد فرمایا کہ سلطان کی روحانی تعلیم و تربیت کے لیے ایک کتاب ترتیب دی جائے۔ گنج الاسرار، اسی امر کی تعمیل میں لکھی گئی ہے۔ مخزن الاسرار ترجمہ گنج الاسرار، کے نام سے اس کا مطبوعہ اردو ترجمہ بھی ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بزم مملوکیہ: ۶۷/ معین الارواح: ۶۳-۵۸)

حضرت خواجہؒ کے خلفا کی تعداد ۶۰ ر سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے۔ ان میں سرفہرست

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آپ کے حقیقی جانشین، سلسلے کے چراغ اور جلیل القدر خلیفہ ''خواجہ قطب الدین بختیار کاکی'' ہیں۔

نصف صدی تک اشاعتِ اسلام، خدمتِ خلق، ارشاد و تلقین اور تعلیم و تربیت میں مشغول رہ کر ۶۲۷ھ ششم ماہِ رجب، ۹۰/ سال کی عمر میں آپؒ نے اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ سنِ وفات کے متعلق بھی تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے۔ ۶۳۲ھ اور ۶۳۳ھ کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں، اور اس اعتبار سے آپؒ کی عمر شریف ۹۷/ سال ذکر کی جاتی ہے۔

صلوٰۃِ جنازہ آپ کے صاحب زادے سید فخر الدین (م: ۶۵۳ھ) نے پڑھائی اور جہاں اس وقت مزار و درگاہ ہے، اسی مقام پر آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

احاطۂ مزار وسیع و عریض متعدد قبور اور عمارات پر مشتمل ہے۔ سلاطین، امراء، نواب اور عقیدت کیش تجار کی جانب سے بنوائی گئی متعدد قدیم، قابل دید مشہور تعمیرات اس میں شامل ہیں۔ احاطے میں کل چار مسجدیں ہیں۔ جامع ''مسجد شاہجہانی'' شاہ جہاں نے بنوائی تھی۔ ''مسجد صندل'' سلطان محمود خلجی نے تعمیر کروائی تھی۔ ''مسجد اولیا'' بہار کے ایک سیٹھ کی عقیدت کا نشان ہے۔ اور ''اکبری مسجد'' اکبر بادشاہ نے ۹۷۷ھ میں جہاں گیر کی ولادت کے شکرانے میں تعمیر فرمائی۔ احاطۂ مزار میں ہی بیگمی دالان میں خواجہ عثمان ہرونیؒ کے خلیفہ یعنی حضرت خواجہ کے پیر بھائی حضرت فخر الدینؒ کا مزار ہے۔ سبزوار کے جس حاکم نے آپؒ کے دستِ مبارک پر توبہ کی تھی یعنی یادگار محمدؒ کی قبر بھی یہیں ہے۔

(۱۷) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

سرخیل ساداتِ اولیا، خواجہ بختیار بن سید کمال الدین احمد بن موسیٰ اوشی کی جائے ولادت قصبہ ''اوش'' ہے۔ قصبہ ''اوش'' ماوراء النہر کا اہم مقام تھا، آج کل کرغیستان کا بڑا شہر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور اس کے صوبے ''اوش'' کا دار الخلافہ ہے۔ سن ولادت ۵۸۲ھ ہے، بعض کتابوں میں ۵۶۹ھ مطابق ۱۱۷۳ء تحریر ہے۔ نصف شب ولادت کے وقت اس قدر نور تھا کہ دیکھنے والوں کو طلوعِ شمس کا شبہ ہوگیا۔ سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت امام جعفر صادقؒ سے جا ملتا ہے۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں والد کی وفات ہوگئی۔ عمر شریف پانچ سال کو پہنچی تو از خود تعلیم قرآن کا شوق ظاہر فرمایا۔ والدہ نے شیرینی اور تختی ہاتھ میں دے کر ہمسایہ عورت کے ہمراہ معلم کی خدمت میں بھیجا، راستے میں خواجہ خضرؑ نے آپ کی انگلی پکڑ لی اور خود خواجہ ابوحفص اوشیؒ کے سامنے پیش کر دیا اور یہ تاکید سنائی کہ احکم الحاکمین کا حکم ہے کہ اس لڑکے کو توجہ سے پڑھاؤ۔

بلوغ کے قریب اور بہ قول بعض سترہ سال کی عمر میں علومِ باطنیہ کا شوق ہوا تو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے بیعت ہوئے، اور بیس (۲۰) سال کی عمر میں خرقۂ اجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ صاحبؒ کے سب سے اول خلیفہ ہیں، اور حضرت شیخؒ کے ارشاد ہی سے دہلی میں قیام اختیار فرمایا تھا۔ آئین اکبری میں ہے کہ: خواجہ صاحب جب اوش پہنچے تو سترہ سال کی عمر میں بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔ (ص:۲/ ۲۱۴)

بزمِ صوفیاء اور مرآۃ الاسرار وغیرہ میں ہے: ہر شب ۳۰۰۰/ بار درود شریف پڑھنے کا معمول تھا، نکاح ہوا تو ابتدائی ایام میں حق زوجیت کی ادائیگی میں یہ معمول دو چار دن ترک ہوگیا۔ ان ہی دنوں آپ کے خادم انیس احمد نے خواب میں ایک عالیشان محل اور اس کے اطراف میں ہجوم دیکھا، کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ محل میں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لوگوں کے پیغامات اندر پہنچاتے ہیں، انیس احمد نے ملاقات کی درخواست بھیجی تو جواب آیا کہ تم میں ابھی لیاقت نہیں، البتہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

قطب الدین کو سلام پہنچا کر کہنا کہ تین دن سے تمہارا تحفہ پہنچا نہیں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ اس کے بعد بیوی کو مہر ادا کر کے علیحدہ کر دیا اور ساری زندگی مجرد ہی رہے۔ بزمِ صوفیہ، فوائد الفؤاد وغیرہ میں ہے کہ بعد ازاں دوسرا نکاح بھی فرمایا تھا، جس سے دو بیٹے احمد اور محمد تولد ہوئے، شیخ محمد بچپن ہی میں انتقال کر گئے، جب کہ شیخ احمد آپؒ کے مزار کے قریب ہی مدفون ہیں۔

حصول خلافت کے بعد آپؒ سیرِ دنیا کو روانہ ہو گئے اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے ہندوستان پہنچنے کے بعد اور بعض روایات کے مطابق ان کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔ بغداد سے دہلی آتے ہوئے ملتان میں شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے پاس بھی قیام فرمایا۔ اسی موقع پر خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کی آپ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔

دہلی پہنچے تو سلطان شمس الدین التمش نے شہر میں قیام کی درخواست کی، مگر آپ نے شہر سے باہر قیام فرمایا، سلطان ہفتے میں دو بار آپ سے ملنے آتا تھا، پھر سلطان کی درخواست پر شہر میں آ گئے اور ملک عین الدین یا اعز الدین کی مسجد میں قیام فرمایا۔

سو رکعت روزانہ آپ کا معمول تھا، استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔ امراء اور وزراء کے مال و منصب کی طرف کبھی توجہ نہیں فرماتے تھے۔ سلطان شمس الدین کا ایک وزیر چند بستیوں کی جاگیر کا فرمان لے کر حاضر ہوا تو آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہمارے خواجگان جاگیریں قبول نہیں کرتے تھے، میں قبول کر لوں تو قیامت کے دن خواجگانِ سلسلہ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟

کاکی کی وجہ تسمیہ: سلطان کے اعتقاد کی وجہ سے امراء اور وزراء بھی خدمت اقدس میں بڑے نذرانے اور تحائف بھیجتے تھے، آپؒ وہ سب کچھ خانقاہ و لنگر کے حوالے کر کے خود فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے، اس تنگی میں ایک موقع پر قرض خواہ نے آپ کی اہلیہ سے کہہ دیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کہ اگر ہم تمہیں قرض نہ دیں تو تم بھوکے مر جاؤ۔ حضرت خواجہؒ کو اس کا علم ہوا تو بیوی کو قرض لینے سے منع کر کے حکم فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر فلاں طاق سے ''کاک'' (روٹی) نکال لیا کرو اور جس کو چاہو دے دیا کرو۔ اسی سبب آپ کو کاکی کہا جانے لگا۔

سماع کے قائل تھے، کبھی اپنے مقام پر، کبھی قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی قیام گاہ پر تو کبھی کسی اور درویش کی جائے قیام پر مجلس میں شریک ہوتے تھے، یہاں کسی قوال نے یہ شعر پڑھ دیا:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

یہ سن کر چار روز ''سکر'' کی حالت میں رہے اور پانچویں روز انتقال فرمایا۔ ۱۴/ یا ۲۴/ ربیع الاول ۶۳۴ھ یا ۶۳۳ھ بہ روز دوشنبہ پچاس یا باون سال کی عمر میں وصال ہوا۔ وفات سے قبل وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کی نماز وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی حرام کے لیے کمر بند نہ کھولا ہو، سنت عصر اور تکبیر اولیٰ کبھی فوت نہ ہوئی ہو۔ نمازِ جنازہ کے مجمع کے سامنے یہ شرائط سنائی گئیں، تو مجمع پر سکتہ چھا گیا۔ اس کے بعد سلطان شمس الدین آگے بڑھے اور فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ کوئی شخص میرے حال پر مطلع نہ ہو؛ مگر حضرت شیخ نے اظہار فرما دیا۔

مہرولی دہلی میں اس وقت جہاں مزار ہے، وہ جگہ زندگی میں ایک بار یہ کہتے ہوئے کہ ''مرا ازیں زمین بوئے دلہا می آید'' خرید لی، اور پھر یہاں تدفین کی وصیت فرمائی۔ ایک زمانے تک یہ سب کچا رہا، گنبد وغیرہ کچھ نہیں تھا، مگر ۹۴۸ھ سے وہاں کچھ عمارت گنبد وغیرہ بننا شروع ہوئی۔

حضرت شیخ کے خلفاء بہت زیادہ ہیں، خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ، شیخ بدر الدین غزنویؒ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شاہ خضر قلندر اوی اور خواجہ شمس الدین التمشؒ آپ کے مشاہیر خلفاء ہیں۔

سکر: عند أولیاء اللہ تعالی الحیرۃ والھیبۃ عند مشاھدۃ جمال المحبوب فإن العقل عندھا یصیر مغلوباً ویرتفع التمیز من البین و من غایۃ المحویۃ لا یعلم مایقول۔ (دستور العلماء)

(۱۸) حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

شمع درویشاں، آفتاب چشت شیخ کبیرؒ کا اسم گرامی: مسعود، لقب فرید الدین، اور والد کا نام شیخ جمال الدین ہے۔ خاندانِ فاروقی کے چشم و چراغ اور سلسلۂ چشتیہ میں ''آفتابِ چشت'' سے مشہور ہیں۔ کابل میں چنگیزی تخت وتاراج میں آپ کے جد امجد شہید ہوئے، تو بقیہ خاندان کو لے کر آپ کے دادا قاضی شعیب لاہور آ گئے، اور ملتان کے قریب کوتھیوال میں قضا کی خدمت انجام دینے لگے، آپ کے والد نے بھی یہ خدمت انجام دیں اور یہیں ۵۶۹ھ مطابق ۱۱۷۳ء میں آپؒ پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اور تکمیلِ حفظ کے بعد مزید تعلیم کے لیے ملتان پہنچے، اور شیخ منہاج الدین ترمذی کی مسجد میں مقیم تھے، اس زمانے میں خواجہ قطب الدین بختیارؒ ملتان تشریف لائے تو آپؒ ملاقات سے مشرف ہوکر بیعت بھی ہوگئے، جب شیخ قطب الدین دہلی واپس ہونے لگے تو فرطِ محبت میں معیت وصحبت کی درخواست کردی، اس پر خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا کہ: آپ علومِ ظاہری کی تکمیل فرمالیں، بے علم درویش بعض اوقات خطرناک اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ تشریف لائیں، مجھے اپنا منتظر پائیں گے۔ خوش نصیب ''مسعود'' نے اسی طرح کیا، پانچ سال تکمیلِ تعلیم کے لیے خطہ قندھار میں گزارے اور پھر دہلی آئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں شیخ قطب الدینؒ نے آپ کو روحانی نعمتوں سے مالا مال کردیا۔ جب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آپ نے دیکھا کہ دہلی میں ہجوم کی وجہ سے یکسوئی میسر نہیں ہوتی، تو مرشد کی اجازت سے ہانسی چلے گئے، لیکن وہاں سے دہلی آتے جاتے رہتے۔ ایک دفعہ جب خواجہ بزرگؒ اجمیر سے دہلی آئے ہوئے تھے، تو آپؒ ان کی توجہ سے بھی فیض یاب ہوئے، سیر العارفین میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگؒ بابا فرید کے ذوق وشوق نیز روحانی استعداد سے اتنے متأثر ہوئے کہ انہوں نے ان کے مرشد اور اپنے مرید خواجہ بختیار کاکیؒ سے فرمایا: بابا بختیار! شہبازِ عظیم بقید آوردہ کہ جز بہ سدرۃ المنتہی آشیاں نگیرد۔ ایں فرید شمعیست کہ خانوادۂ درویشاں منور سازد۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ اور نہ صرف شیخ کبیر نے مغربی پنجاب میں کامیاب اشاعتِ اسلام کی بلکہ سلطان المشائخ اور شیخ صابر جیسے صاحب سلسلہ بزرگوں کی تربیت کر کے چشتیہ سلسلے کو پہلی مرتبہ وسیع اور مستحکم بنیادوں پر کھڑا کیا۔ مرشد کی وفات کے بعد آپؒ پہلے ہانسی، پھر کھوتوال اور بالآخر پاکپٹن جو ان دنوں اجودھن کہلاتا تھا؛ چلے گئے۔ اپنی وفات یعنی ۶۶۵ھ تک وہیں رہے اور بیعت وارشاد اور وعظ وتلقین اور یادِ الٰہی میں ساری عمر گزار دی۔

شاہانہ دربار اور شہری زندگی کے جھگڑوں سے آپ کو بڑی نفرت تھی، جانتے تھے کہ دربار کے قرب سے ایک تو فقراء کو ان قضیوں سے واسطہ پڑتا ہے جن سے انہیں بچنا ہی مناسب ہے، دوسرے ارشاد وہدایت اور اشاعت مذہب کا پورا موقع نہیں ملتا۔ چناں چہ خواجہ بختیار کاکیؒ کی زندگی میں زیادہ تر حصہ ہانسی میں رہے، اور ان کی وفات کے بعد پاکپٹن تشریف لے گئے، آپ جنگل میں رہتے، پھٹے پرانے کپڑے پہنتے، پیلو اور جنگل کے پھل پھول پر گزارہ کرتے، بلکہ زیادہ تر روزے سے رہتے۔ اسی تقویٰ کے سبب لاتعداد لوگ آپ کے معتقد تھے، اور شاہانِ وقت بھی آپ کا بڑا احترام کرتے؛ لیکن خود آپ کو عزلت نشینی اور عبادت سے زیادہ محبت تھی، اکثر یہ شعر پڑھا کرتے:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہرکہ در بندِ نام و آوازہ است		خانۂ او برونِ دروازہ است

اجودھن میں جہاں آپ کا قیام تھا ہر چہار طرف خوفناک چیزیں رینگتی پھرتی تھیں، سیر الاولیاء میں جابہ جا کہیں بابا فرید اور کہیں ان کے کسی مرید مثلاً: سلطان المشائخ کو سانپوں سے ڈسے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ اجودھن کے لوگ بھی زیادہ تر کج طبع و درشت مزاج و بد اعتقاد تھے، انہوں نے بابا صاحب کی کوئی پروانہ کی، اسی چیز کو دیکھ کر بابا صاحب نے وہاں ڈیرے ڈال دیے، لوگوں کی بے توجہی دیکھ کر فرمایا: یہ جگہ خوب ہے، اطمینان اور فراغ خاطر سے خدائے تعالیٰ کی عبادت ہوسکتی ہے۔ (آب کوثر) پھر آہستہ آہستہ آپ کی شہرت ہوئی، لوگوں کا اعتقاد اور ہجوم بڑھا، حتی کہ سلاطین اور افسرانِ شاہی بھی حاضری دینے لگے۔ البتہ اس کے باوجود زہد و قناعت کی حالت بدستور باقی رہی۔ فوائد الفواد میں سلطان المشائخ تحریر فرماتے ہیں کہ آخر عمر میں بڑی تنگی تھی، خصوصاً جب آپ کی رحلت کا موقع آیا، یہاں تک کہ ماہِ رمضان میں جب میں وہاں تھا، افطار کے وقت تھوڑا سا کھانا لایا جاتا، جو حاضرین کے لیے کافی نہ ہوتا۔

طویل عبادت، لمبی نماز اور تلاوت کا بہت شوق تھا، رمضان میں تراویح میں دس پارے روزانہ پڑھتے تھے۔ پہلے ایک دن ناغہ کرکے روزہ رکھتے تھے، پھر مسلسل روزہ رکھنے لگے۔

ان مجاہدات کی برکت سے اشاعتِ اسلام میں آپ کی مساعی بہت بارآور ہوئیں، مغربی پنجاب کے کئی بڑے بڑے قبیلے آپ کے مبارک ہاتھ پر مسلمان ہوئے، مثلاً: سیال راجپوت، وٹو، وغیرہ۔ آپؒ کبھی کبھار شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ مؤرخ فرشتہ نے ایک رباعی نقل کی ہے:

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی — روز دوائے شخص بسیار کنی
تا دل نہ کنی زغصہ و کینہ خالی — صد خرمنِ گل برسر یک خار کنی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

گنج شکر کی وجہ تسمیہ: اس لقب سے ملقب ہونے میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ ایک مرتبہ بہ حکم شیخ مجاہدے کے بعد ضعف بڑھا اور کچھ کھانا میسر نہ آیا تو کچھ کنکریاں اٹھا کر منہ میں رکھ دیں؛ وہ شکر بن گئیں، اور تب سے آپ گنج شکر کہے گئے۔

(۲) بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ کسی سوداگر سے شکر مانگنے پر اس نے سامانِ تجارت میں شکر نہ ہونے اور نمک ہونے کا عذر کیا، آپ نے فرمایا کہ ہاں نمک ہی ہے۔ چناں چہ ساری شکر نمک بن گئی، سوداگر پچھتایا اور معافی مانگی تو آپ کی کرامت سے نمک دوبارہ شکر بن گیا۔ اسی کرامت کے سبب آپ گنج شکر کہے گئے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ فرماتے ہیں کہ اس لقب کی حقیقت و تاریخ میں مختلف اقوال ہیں، یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔

۵ / محرم ۶۶۴ھ یا ۶۶۸ھ سہ شنبہ کو آپؒ کی وفات ہوئی۔ پاک پٹن ضلع ملتان میں آپؒ کا مزار ہے، جو لاہور اور ملتان کے درمیان ہے۔

آپؒ کے مریدینکی تعداد بعض حضرات نے ستر ہزار بتلائی ہے۔ جواہر فریدی میں حضراتِ خلفاء کی تعداد پانچ سو چوراسی لکھی ہے۔ خانوادۂ چشتیہ کے دو نامور سلسلے: صابریہ اور نظامیہ کے بانی مشائخ حضرت علاءُالدین علی احمد صابر کلیری اور شیخ نظام الدین اولیاءؒ؛ آپ کے ہی خلیفہ ہیں۔

(۱۹) حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

صبر و قناعت کے علم بردار، سلسلۂ چشتیہ کی عظیم شاخ ''صابریہ'' کے بانی، حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابرؒ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے بھانجے اور محبوب ترین خلیفہ ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۵۹۲ھ میں ملتان کے قریب کوتوال میں یا آبائی وطن ''ہرات'' میں آپ کی ولادت ہوئی، بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو حسینی سید، پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے خاندان کا چشم و چراغ قرار دیا ہے۔ جب کہ حضرت مولانا علی میاںؒ تاریخِ دعوت وعزیمت میں تحریر فرماتے ہیں: شیخ کبیر علاءُالدین علی بن احمد صابر نسباً اسرائیلی تھے۔ اور نزہۃ الخواطر میں آپؒ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاندان سے بتایا ہے۔

پانچ سال کی عمر میں والد ماجد شاہ عبدالرحیم انتقال فرما گئے، اس کے بعد کچھ عرصہ والدہ کی تربیت میں رہے اور آٹھ سال کی عمر میں والدہ آپ کو اپنے برادر شیخ فریدالدین کی خدمت میں لے آئیں، والدہ کے بہ قول آپؒ کم گو اور مغلوب الحیاء تھے، عبادت کے شوقین اور کھانے پینے سے بیزار تھے، اس لیے شیخ فریدالدین نے دو تین سال بعد عربی و فارسی کی تعلیم مکمل فرماتے ہی گیارہ سال کی عمر میں خانقاہ کے لنگر خانے کا نظام آپؒ کے حوالے کر دیا تاکہ جب چاہے ضرورت کے مطابق کھانا کھا لیا کریں، تقریباً ۱۲ رسال یہ خدمت انجام دی، صبح و شام کھانا تقسیم فرماتے اور پھر خلوت نشیں ہو جاتے، چوں کہ شیخ فریدالدین نے صراحتاً انہیں کھانے کے متعلق کوئی اجازت نہیں دی تھی، اس لیے اپنے کھانے کا جو بن پاتا علیحدہ نظم فرماتے، کچھ سالوں بعد والدہ ملنے پہنچی اور آپ کو بہت ہی لاغر و نحیف پایا تو بھائی سے شکایت کی، شیخ فریدالدینؒ نے اپنا سلوک بتایا کہ لنگر خانہ پورا ان کے حوالے ہے۔ بالآخر اس ضعف کا سبب ان ہی سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے لنگر میں سے کھانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اس جواب سے شیخ فریدالدین بہت متأثر ہوئے اور ''صابر'' لقب سے پکارنے لگے۔ کمال یہ بھی ہے کہ ۱۲ر سال تک کسی کو خبر نہ ہونے دی کہ اس ناتواں کی نانِ جویں کا کوئی نظم نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۶۲۳ھ میں آپ حضرتِ گنج شکرؒ کے ہاتھوں بیعت ہوئے اور دو سال مسلسل خلوت میں گزارے، لنگر خانے میں کھانا تقسیم کرنے آتے اور فوراً خلوت گزیں ہو جاتے۔ دو سال بعد دیگر مجالس میں شرکت کرنے لگے۔ بالآخر ۶۵۰ھ میں آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر کلیر کی ولایت سے بھی نوازا گیا۔

بعض تذکرہ نگاروں نے آپؒ کے نکاح کا بھی ذکر کیا ہے جو بابا فرید الدینؒ کی منجھلی بیٹی شریفہ خاتون سے ہوا، البتہ مزید ازدواجی زندگی کی نفی کی ہے، یعنی آپؒ نے پہلی شب ہی میں زوجہ کو خود کی طرح فنا فی اللہ بنا کر علیحدہ کر دیا اور اس نے بھی زہد و ریاضت کے ساتھ بیوگی کی زندگی گزاری۔

مسلسل روزے، عبادت و ریاضت اور جذب کی کیفیت میں رہتے تھے، خادم خاص شمس الدین ترک پانی پتی کو بھی قرب و گفتگو کی اجازت نہ تھی، وضو کا پانی اور افطار کے گولر بھی پس پشت آ کر رکھ دینے کا حکم تھا۔

۱۳ / ربیع الاول ۶۹۰ھ مطابق ۱۲۹۱ء میں آپ کا انتقال ہوا اور کلیر میں دفن ہوئے۔

تاریخِ مشائخ چشت (مصنفہ حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ) میں ہے کہ وصال کے بعد بھی مزار پر ایک شعلہ چمکتا تھا، جس کی وجہ سے مزار پر جانے کی کسی کو ہمت نہ تھی، یہ نور شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کی حاضری کے بعد بند ہوا۔ بعد میں نور الدین جہاں گیر نے مزار پر گنبد تعمیر کروایا۔ تذکرۃ الجلیل (ص:۱۲۵) میں سہارنپور کے ضلع گزیٹ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ۹۴۴ھ مطابق ۱۵۳۶ء میں حضرت قطب عالم نے اس سے پہلے کہ شہنشاہ ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے شکست کھائی، شہنشاہ ہمایوں کی مدد سے مقبرہ اور مسجد بنوائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۲۰) حضرت شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ علی احمد علاءُالدین صابرؒ کے خلیفۂ اجل، بڑے صاحبِ کرامت، عالی ہمت، شہسوارِ میدانِ تجرید و ترک تھے اور ذوقِ تصفیہ باطن میں یگانۂ روزگار تھے۔

ساداتِ ترک یعنی ترکستانِ چین (موجودہ قزاقستان) کے ایک صاحب سلسلہ بزرگ شیخ احمد یسویؒ کے خاندان سے تھے، شیخ احمد یسوی خود بڑے بزرگوں میں سے تھے اور اس علاقے میں ایک مستقل ''سلسلۂ یسویہ'' کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ شیخ احمد یسویؒ کا سلسلۂ نسب حضرت محمد حنفیہ ابن امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔

تاریخِ مشائخِ چشت (مصنفہ حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ) میں ہے: وطن میں علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنیہ کی طلب میں بلادِ ماوراء النہر میں گشت فرمایا؛ لیکن کسی جگہ دل بستگی نہ ہوئی، بالآخر اسی طلب میں ہندوستان تشریف لائے اور کلیر میں حضرت علی احمد صابرؒ سے بیعت ہوئے۔ وفات سے پہلے حضرتؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے اجازت تحریر فرمائی۔ اور اسم اعظم بتلا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے پانی پت کی ولایت مقرر ہے، اس لیے میرے انتقال کے بعد پانی پت چلے جانا، وہیں قیام کرنا، تین دن سے زائد یہاں مت ٹھہرنا۔ آپ حضرت خواجہ صابرؒ کے اجلِ خلفا میں سے ہیں، اور صاحبِ سیر الاقطاب کے قول کے موافق اپنے دادا پیر حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ سے بھی اجازت و خلافت یافتہ تھے۔

سیر الاقطاب اور دیگر کتابوں کی عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اولاً خواجہ گنج شکرؒ سے خلافت پانے کے بعد آپؒ نے سلطان غیاث الدین بلبن کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی اور اپنی ولایت کو فوجی کے بھیس میں پوشیدہ رکھا، اور جب بادشاہ پر حقیقتِ حال منکشف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوگئی تو لشکر چھوڑ کر خواجہ صابرؒ کی خدمت میں آ گئے۔ اور دیگر بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت کے بعد خواجہ صابرؒ سے رخصت لے کر بغرضِ مجاہدہ فوج میں شامل ہوئے تھے اور پھر ایک واقعے کے نتیجے میں جب آپ کی بزرگی اور کرامت ظاہر ہوگئی، تو پھر سے خواجہ صابرؒ کی خدمت میں آ گئے۔ قصۂ کرامت یہ ہے کہ: آپ سلطان بلبن کے لشکر میں ملازم تھے، سخت سردی کے موسم میں آپ جس تالاب میں وضو فرمایا کرتے تھے، وضو کی جگہ پانی گرم ہو جایا کرتا تھا، بادشاہ کے پانی کا جو شخص منتظم تھا اس کو خبر ہوگئی، بادشاہ بھی سخت معتقد ہو گیا۔ جس قلعے پر چڑھائی تھی وہ فتح نہیں ہو رہا تھا اس لیے بادشاہ ملتجیِ دعا ہوا، اس کے اصرار و الحاح کے بعد آپؒ نے نہ صرف دعا کا وعدہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ تم حملہ کرو، قلعہ کا دروازہ کھل جائے گا، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ بادشاہ اور زیادہ معتقد ہو گیا مگر آپؒ نے انکشافِ حال کے بعد وہاں قیام پسند نہ کیا اور تشریف لے گئے۔

۶۱۵ھ میں آپؒ کا وصال ہوا، بعض نے سن وفات ۶۱۷ھ، ۶۱۸ھ بھی ذکر کیا ہے۔ تاریخ وفات بعض حضرات نے ۱۹ / شعبان، بعض نے ۱۰ / جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ ذکر کی ہے۔

(۲۱) حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

شانِ عظیم اور حالتِ مستقیم کے مالک شیخ جلال الدین پانی پتیؒ، خواجہ شمس الدین ترک پانی پتیؒ کے خلیفۂ اجل اور سلسلۂ صابریہ کے نامور صوفی ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے نو صاحب زادوں میں سے عمرو بن عثمانؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ اولاً اس خاندان کے ایک بزرگ عبد الرحمن اکبر دوسری صدی ہجری میں ہجرت کر کے گاذرون (ایران) پہنچے، پھر اسی خاندان کے ایک بزرگ عبد الرحمن اصغر گاذرونیؒ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سلطان محمود غزنویؒ کی فوج کے ہمراہ ہندوستان آئے، اور یہیں آباد ہو گئے۔ آپؒ ہی ہندو پاک میں موجود تمام عثمانی خاندانوں کے جد امجد ہیں۔ کبیر الاولیاء شیخ جلال الدینؒ اسی خاندان میں تقریباً ۶۹۵ھ مطابق ۱۲۹۵ء میں پیدا ہوئے، اصل نام محمد یا محمود تھا، مگر پیر و مرشد خواجہ شمس الدینؒ نے آپ کو جلال الدین کا لقب دیا تھا اور اسی سے مشہور ہوئے۔

امیر خاندان کے چشم و چراغ تھے، والد کا سایہ نہ تھا اور چچا کی تربیت میں تھے، اس لیے ابتدا میں گھوڑ سواری اور شکار کا شوق غالب اور اپنی دنیا میں مست رہتے تھے، ایک دن لباسِ فاخرہ میں ملبوس اس عثمانی جوانِ رعنا کو شیخ بوعلی قلندرؒ نے دیکھا تو فرمایا: زہے اسپ و زہے سوار! تیر نشانہ پر جا پہنچا اور جوان کی کایا پلٹ گئی، گھوڑ سوار نے ان سے ہی بیعت کی درخواست کر دی، مگر انہوں نے انتظار کرنے کا حکم دیا؛ چناں چہ جب خواجہ شمس الدین ترکؒ پانی پت آئے تو ان سے بیعت ہوئے، خلافت پائی اور پانی پت ہی میں شیخ کے جانشین قرار ہوئے۔

آپؒ کی سخاوت، مہمان نوازی، خانقاہ اور لنگر خانے کی وسعت و فراخی مشہور تھی۔ یومیہ ایک ہزار آدمیوں کا کھانا پکتا، کبھی مہمان کم ہوتے تو اس قدر دوسرے افراد بازار سے بلوا کر ہزارہ مکمل فرماتے۔ تاریخ مشائخ چشت (مصنفہ: خلیق احمد) میں ہے: ''مردماں از ہر جانب روئے بآدمی آمدند و نذر فتوح بے شمار آوردند''۔ (معارج الولایۃ)

ابتداءً نکاح کو آمادہ نہ تھے، البتہ پیر و مرشد کے حکم پر راضی ہوئے، کرنال کے ایک خاندان میں نکاح ہوا، پانچ بیٹے ہوئے اور خاندان اس قدر پھیلا کہ یہاں کے سادات کے لیے آپ نوحِ ثانی سمجھے گئے۔ مشہور مفسر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ آپ کے صاحب زادے ابراہیم کی نسل سے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صاحبِ کشف وکرامات تھے، ایک جوگی کی دی ہوئی ''پارس منی'' دریا میں پھینک دی، وہ نالاں ہوا تو فرمایا کہ دریا میں جاکر اپنی پارس منی نکال لے، اس نے وہاں ایسی پتھریوں کا انبار دیکھا، چپکے سے ایک مزید پتھری بھی چھپا کر باہر آیا، آپ نے فرمایا: یہ بدعہدی ہے۔ اس کرامت سے وہ اتنا متاثر ہوا کہ حضرت کی خدمت میں سر رکھ دیا اور مسلمان ہو گیا۔

آپ کے سن ولادت میں دو قول ۶۹۵ھ، اور ۶۳۵ھ مذکور ہیں۔ سن وفات کے متعلق ایک قول ۷۶۵ھ اور دوسرا ۸۰۰ھ ہے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے مرض وفات میں آپؒ نے دعا کی تھی کہ ان کی زندگی کے دس سال شیخ مخدومؒ کو دے دیے جائیں، شیخ مخدومؒ کی وفات ۷۸۵ھ میں ہوئی۔ ''پانی پت اور بزرگانِ پانی پت'' میں ہے کہ یہ قصہ صحیح نہیں ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ص: ۲۷۳-۲۷۴)

پانچ بیٹے چھوڑے اور خلفا کی تعداد چالیس بتائی جاتی ہے۔ آپؒ کے روحانی سلسلے کی اشاعت جس قدر شیخ عبد الحق ردولویؒ سے ہوئی، اس قدر کسی اور خلیفہ سے نہیں ہوئی، ہمارے سلسلے کا اتصال بھی شیخ عبد الحقؒ کے واسطے سے ہی ہے۔

(۲۲) شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

اصل نام: احمد بن عمر بن داود۔ عبد الحق لقب۔ سنِ ولادت میں مختلف اقوال ہیں: ایک قول ۷۳۷ھ ہے، سن وفات ۸۳۶ھ یا ۸۳۷ھ کتابوں میں مذکور ہے؛ جب کہ کل عمر بزم صوفیاء میں ۱۰۸/سال اور مرآۃ الاسرار میں ۱۲۰/سال مذکور ہے، اس اعتبار سے سنِ ولادت ۷۳۷ھ سے قبل ہونا ہی قرینِ قیاس ہے۔

تاریخِ مشائخِ چشت (مصنفہ: خلیق احمد/۲۱۷) میں ہے: چشتیہ صابریہ سلسلے کا سب سے پہلا مرکز تاریخ کی روشنی میں ردولی (ضلع بارہ بنکی) ہے۔ شیخ احمد عبد الحقؒ نے ایسے زمانے میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وہاں اپنی خانقاہ قائم کی تھی، جب چشتیہ سلسلے کا مرکزی نظام ختم ہو چکا تھا، نظامیہ سلسلے کے بعض بزرگ گجرات، دکن، مالوہ، بنگال وغیرہ میں اپنی خانقاہیں قائم کر رہے تھے، دہلی اور اس کے اردگرد کا تمام علاقہ چشتیہ سلسلے کے بزرگوں سے تقریباً خالی تھا، شیخ احمد عبدالحق نے سیاحت کے دوران نظامیہ سلسلے کی بعض خانقاہوں کو دیکھا تھا، اور حالات کا جائزہ لیا تھا، ردولی میں ان کی خانقاہ رشد و ہدایت کا بڑا اہم مرکز بن گئی، اور شمالی ہندوستان کے لوگ کثرت سے حاضر ہونے لگے۔

آپ کے دادا اولاً علاء الدین خلجی کے ساتھ بلخ سے ہندوستان تشریف لائے، سلطان خلجی نے اودھ میں ایک جاگیر عطا فرمائی تھی، شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔

شیخ احمد عبدالحقؒ ابتدائی عمر سے ہی ریاضت ومجاہدات کے شیدا تھے، سات سال کی عمر سے تہجد شروع کر دی تھی۔

اولاً علوم ظاہری کے حصول کی غرض سے اپنے بھائی تقی الدین کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے، ان دنوں کا ایک قصہ حضرت اقدس تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اپنے بھائی سے جب صرف ونحو ابتداءِ عمر میں شروع کی، تو اس مثال "ضرب زیدٌ عمروا" پر فرمایا کہ کیوں مارا؟ اس نے کیا خطا کی تھی؟ انہیں سمجھایا گیا کہ یہ فرضی مثال ہے، مارا وارا کچھ نہیں، تو کہنے لگے خیر! اگر بے خطا مارا تو ظلم کیا اور اگر نہیں مارا، ویسے ہی لکھ دیا تو یہ جھوٹ ہے، میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا جس سے شروع ہی سے ظلم اور جھوٹ کی تعلیم ہو۔ اس طرح یہ تعلیم مکمل نہ ہو پائی، تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم سے بالکل بے بہرہ نہیں رہے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ فرماتے ہیں: حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولویؒ کی ذات بابرکات کو بعض اہلِ نظر نے نویں صدی کا مجدد بھی شمار کیا ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۴۹)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پھر بھائی اور بھاوج نے آپؒ کی شادی کی فکر کی، آپ کو اس کی خبر ہوئی تو دہلی کو خیر باد کہہ دیا۔ ادھر اور علومِ باطنیہ کی کشش کی وجہ سے یکسوئی کا غلبہ تھا اس لیے صحرا نوردی کرتے رہے۔

کچھ دنوں بعد پانی پت حاضر ہوئے، حضرت کبیر الاولیاءؒ پر بھی آپ کی حاضری منکشف ہوگئی تھی، اور امتحانِ اعتقاد کا بھی ارادہ تھا، اس لیے خدام کو پر تکلف دسترخوان مع شراب وغیرہ منہیات کے تیار کرنے کا حکم دیا، درِ آستانہ پر عمدہ گھوڑے زریں زینوں کے ساتھ کھڑے کر دیے۔ شیخ احمد عبدالحق حاضر ہوئے تو دروازے پر ہی دنیاوی دبدبہ دیکھ کر ٹھٹکے، پھر دسترخوان دیکھا تو صبر نہ ہوسکا اور چل نکلے؛ لیکن یہ ایک طرح کا امتحان تھا۔ شیخ ایسے لاڈلے روحانی بیٹے کو کیوں چھوڑ دیتے؟ شیخ احمد عبدالحق تمام دن چلتے رہے، شام کو ایک شہر کے کنارے پہنچ کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ پانی پت ہے۔ بڑے حیران ہوئے، راستہ بھولنا بھی سمجھ سے پرے تھا، لیکن کوئی اور احتمال بھی نہ تھا، اس لیے یہی سمجھ کر دوسرے دن کا سفر شروع کیا، دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی صورتِ حال سامنے آئی۔ سخت پریشان ہوئے، کسی سفید پوش نے بتایا کہ سیدھا راستہ جلال الدین کے یہاں گم کر آئے ہو۔ حقیقت سے آگاہ ہوکر پختہ اعتقاد کے ساتھ پھر خانقاہ پہنچے، بیعت ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں کی ریاضت کے بعد خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔

تربیت و اصلاح مکمل ہوئی تو شیخ جلال الدین کی اجازت سے ردولی آگئے، اور دور و بعید کے سفر کرنے لگے۔ پھر دہلی پر مغلوں کا حملہ ہوا تو ایک طویل سفر پر نکل گئے، پنجاب پہنچے اور بھکرّ (موجودہ پاکستان کے صوبہ پنجاب کا ضلعی مرکز) کی مسجد میں مقیم ہوکر عبادت و ریاضت کرنے لگے۔ ایک مرتبہ بنگال بھی گئے اور پنڈوہ ضلع ہگلی میں قیام فرمایا۔ وہاں سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اجودھیا پہنچے اور کئی سال تک یہاں بھی مقیم رہے اور ہر وقت "یا ھادي" کا نعرہ لگاتے رہتے۔ کچھ عرصے بعد خود کو کہنے لگے کہ احمد! تو نے کچھ حاصل نہیں کیا، زندوں کی صحبت بہت ہوئی، اب مردوں کی صحبت اختیار کر، اور پھر خود ہی اپنی قبر کھود کر ۶ ماہ تک ذکر و شغل میں رہے۔ یہیں سے واپس ہو کر آپؒ نے ردولی میں خانقاہی نظام شروع فرمایا اور اس علاقے میں سلسلۂ چشتیہ صابریہ کو تقویت بخشی۔ حضرتؒ کی عادتِ شریفہ اول وقت میں مسجد تشریف لے جانے کی تھی، خود مسجد میں جھاڑو دیا کرتے تھے، لیکن استغراق کا اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر راستے میں خدام کو حق حق کہہ کر راستے پر متوجہ کرنے کی ضرورت ہوتی، اسی وجہ سے آپ کا لقب ''عبدالحق'' ہو گیا۔

۱۵ / جمادی الاخریٰ ۸۳۶ھ۔ یا ۸۳۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا، قصبہ ردولی میں آپ کا مزار ہے۔ نسبی اولاد میں چند لڑکے پیدا ہوئے، اور ہر ایک صاحبِ کرامت پیدا ہوتا تھا مگر حیات مقدر نہ تھی، صرف شیخ عارف رحمہ اللہ زندہ رہے اور ان ہی سے آگے روحانی سلسلہ بھی جاری ہوا۔

(۲۳) حضرت شیخ عارف بن شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ احمد عبدالحقؒ کے فرزند تھے۔ شیخ احمد عبدالحق کے یہاں بیٹے پیدا ہوتے تھے مگر تین بار حق حق کہہ کر فوت ہو جاتے تھے، اہلیہ اس سے رنجیدہ ہوئیں اور ایک مرتبہ رو رو کر اس کی شکایت کی، اس پر آپؒ نے فرمایا کہ اب بچہ پیدا ہوگا وہ زندہ رہے گا، چناں چہ ۸۱۵ھ میں شیخ عارف پیدا ہوئے۔ اور حضرتِ والد کی خصوصی تربیت کی بدولت بہت جلد تعلیم و تربیت کے مراحل سے گذر کر والد کے جانشین ہوئے۔

بزمِ صوفیہ میں ہے کہ شیخ عارف الولد سر لأبیہ کے مصداق تھے، بڑے عظیم الشان،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شریعت وطریقت اور معرفت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ انوار العیون میں تحریر فرماتے ہیں: جو گروہ ان سے ملاقات کرتا یہ کہتا کہ شیخ عارف ہم سے جس قدر محبت، الفت، شفقت رکھتے ہیں، دوسرے سے نہیں رکھتے، اس فقیر نے اپنی تمام عمر میں کسی سے نہیں سنا کہ ہم کو حضرت شیخ عارف احمدؒ سے محبت نہ تھی، یا مجھ پر شفقت نہ فرماتے تھے، بلکہ یوں کہتا کہ حضرت شیخ کو جیسی محبت اور دوستی ہم سے ہے دوسرے سے نہیں۔

شیخ احمد عبد الحقؒ نے اپنے ایک عزیز شیخ نور الدین کی صاحب زادی سے شیخ عارف کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا، جو انہوں نے قبول فرمایا اور نکاح کروادیا۔

۸۵۵ھ یعنی چالیس سال کی عمر میں وفات پائی، کچھ تذکرہ نگاروں نے ۸۵۹ھ اور ۸۸۷ھ بھی سن وفات تحریر کیا ہے، حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ نے ایک قول ۸۸۷ھ بھی ذکر فرمایا ہے۔ ردولی میں اپنے والد کی بغل میں آپ کو دفن کیا گیا۔

آپؒ کے ایک صاحب زادے شیخ محمدؒ تھے جو خلیفہ بھی تھے اور آپؒ کے بعد سلسلے میں آپ کے جانشین بھی ہوئے۔ دو بیٹیاں تھیں، ایک کا نکاح ایک سید زادے کے ساتھ ہوا، اور دوسری کا نکاح شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ سے ہوا۔ (مراۃ الاسرار، بزم صوفیہ)

(۲۴) حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد شیخِ وقت اور تجرید وتفرید میں یگانۂ روزگار تھے، ان کے بلند مقام کے لیے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے مرشد تھے۔ مشابہتِ حالات اور مناسبتِ مقامات ومراقبات میں والد بزرگوار کے پہلو بہ پہلو تھے، ۸۸۷ھ میں کوسِ ولایت و خلافت بجنے لگا اور خلقِ کثیر آپؒ سے مستفید ہونے لگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آپؒ کا معمول تھا کہ جمعہ کا پورا دن جامع مسجد میں مشغولِ عبادت رہتے۔علی الصباح جامع مسجد جاتے،اور نمازِ مغرب سے فارغ ہوکر واپس ہوتے۔

تاریخِ مشائخِ چشت (مصنفہ حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ) میں ہے: وصال کے وقت آپؒ کے صاحب زادے شیخ اولیاء معروف بہ شیخ بدھ،شاہ آباد میں آپ کے مرید وخلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پاس زیرِ تعلیم تھے،آپؒ نے (اور بعض تذکرہ نگاروں کے قول کے مطابق شیخ احمد عبدالحقؒ کی روحانیت نے) شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کو مع صاحب زادہ بلوایا، وقتِ نزع تھا، بار بار فرماتے: الحمدللہ سمجھ گیا۔شیخ عبدالقدوسؒ نے پوچھا: کیا چیز سمجھ گئے؟ فرمایا: توحید مطلق سمجھ گیا۔بزم صوفیہ میں ہے: شیخ عبدالقدوسؒ نے عرض کیا کہ یہ مردوں کی ہوشیاری کا وقت ہے،حضرت شیخ محمدؒ نے جواب دیا: میری طرف سے بے فکر رہو،اس وقت میرے دل میں خدا کے سوا کسی کا گذر نہیں۔

آپ نے اپنی تمام امانات، معارف اسم اعظم وغیرہ جو مشائخ سے ملتی آرہی تھیں حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوسؒ کے سپرد فرمادیں۔شیخ عبدالقدوسؒ نے ردولی سے دور جانے کی اجازت مانگی،حضرت نے اجازت فرمادی اور فرمایا کہ اپنے بیٹے بدھ کو آپ کے حوالے کرتا ہوں،اس کی تکمیل کے بعد یہ مقام چھوڑ دینا۔چناں چہ شیخ عبدالقدوسؒ نے ایسا ہی کیا۔لطائفہ قدوسیہ (مصنفہ: شیخ رکن الدین ابن شیخ عبدالقدوسؒ) کے مطبوعہ نسخوں میں شیخ محمدؒ کی طرف سے براہِ راست شیخ بدھ کو خلافت وجانشینی مرحمت فرمانے کا ذکر ہے،البتہ اقتباس الانوار میں لطائفِ قدوسیہ کے مخطوط نسخے کے حوالے سے وہی بات لکھی ہے جو اوپر تاریخ مشائخ چشت کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے۔

وفات ۸۹۸ھ میں ہوئی،بعض شجرات میں تاریخ وفات ۱۷/صفر بھی مذکور ہے۔آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کا مزار بھی آپ کے جدامجد کے حظیرے کے باہر متصلاً مغربی سمت میں ہے۔ بزم صوفیہ میں ہے: آپ کے بعد دو سلسلے چلے، ایک خاندانی اور نسبی سجادہ نشینی کا جواب تک قائم ہے، دوسرا حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے، اور ان ہی سے اس روحانی سلسلہ کو فروغ ہوا۔

(۲۵) شیخ عبدالقدوس حنفی نعمانی گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ

مجددِ سلسلۂ صابریہ، مسند نشینِ ظاہر و باطن، شیخ عبدالقدوس نعمانیؒ؛ حضرت شیخ محمد ردولویؒ کے خلیفہ تھے، ولادت ۸۵۲ھ میں ہوئی، امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ۲۶ رویں پشت میں شمار کیے جاتے ہیں۔ والد کا نام شیخ اسماعیل اور دادا شیخ صفی الدین تھے، دستور المبتدی اور غایۃ التحقیق شرح کافیہ شیخ صفی الدین نے ان ہی شیخ اسماعیل کی تعلیم کے لیے تحریر فرمائی تھیں۔ شیخ عبدالقدوس خوش خطی اور خطوط نویسی کی تعلیم والد سے پاکر ملا فتح اللہ عرف میاں چکنا دانش مند کے پاس عربی تعلیم کی تکمیل فرمارہے تھے کہ عبادت، ریاضت، اور عشق الٰہی دامن گیر ہوا اور شیخ احمد عبدالحقؒ کے مزار پر آکر مشغولِ حق ہوگئے۔ پھر احساس ہوا کہ علمِ شریعت سے خالی تصوف بے نمک طعام کی طرح ہے، چناں چہ پھر مطالعے میں مشغول ہوئے، تا آں کہ علم و معرفت کے دروازے کھل گئے۔ علوم ظاہری و باطنی؛ ہر دو میں کمال حاصل تھا۔ آپ اگرچہ حضرت شیخ محمدؒ بن شیخ عارف کے خلیفہ تھے، مگر آپ کے کمالات کی تکمیل حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہ سے بلا واسطہ بفیض روحانی ہوئی ہے، چناں چہ اپنی کتاب انوار العیون میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت احمد عبدالحقؒ کے منجملہ تصرفات کے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے وصال سے پچاس سال بعد اس ناچیز کی اپنے روحانی فیض سے تربیت فرمائی۔

(تاریخ مشائخ چشت، مصنفہ: حضرت شیخ الحدیثؒ)

پیر و مرشد شیخ محمد نے اپنی بہن (یعنی شیخ عارف کی صاحب زادی اور شیخ عبدالحقؒ کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پوتی) سے آپ کا نکاح فرمایا، اور یوں آپ پیر و مرشد کے خاندان کے داماد بنے، مگر خانقاہ کی خدمت اور جاروب کشی حسب سابق نبھاتے رہے۔ بعض حضرات نے سات بیٹے، بعض نے دس اور شیخ رکن الدین نے لطائف قدوسی میں چار بیٹے ذکر فرمائے ہیں۔ اور تمام بیٹے حال و قال میں بے مثال تھے۔

آپؒ صابریہ سلسلے کے پہلے بزرگ ہیں جن کے حالات معاصر تذکروں اور تاریخوں میں ملتے ہیں۔ صابریہ سلسلے کا کوئی بزرگ اب تک عظمت و شہرت کے اس مقام تک نہ پہنچا تھا۔ ابتدا میں ردولی میں مقیم رہے، ۹۱-۱۴۹۰ء میں ردولی کے حالات خراب ہوئے تو ترک وطن کر کے شاہ آباد گئے، یہاں ۳۸ سال تک ارشاد و تلقین کا غلغلہ آپ کے طفیل قائم رہا۔ آخری عمر میں گنگوہ تشریف لے آئے اور وہیں ۱۵۳۱ء میں وفات پائی۔ جن حالات و گرد و پیش میں شیخ عبدالقدوسؒ کو سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کا کام کرنا پڑا، وہ بڑے ہوش رُبا تھے، ہندوستان کی سیاسی فضا غیر یقینی تھی، سلطنتِ دہلی سانس توڑ رہی تھی، مستحکم مرکزی نظام ختم اور سیاسی اور سماجی ڈھانچہ بے جان ہو چکا تھا، صوبوں میں خود مختار حکومتیں تھیں، چاروں طرف ہنگامے تھے، مختلف قوتیں اس وقت اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے کوشاں تھیں اور راج پوت ان میں زیادہ منظم اور سیاسی بصیرت رکھنے والے تھے۔ مختلف علاقوں سے مسلمان نکل کر دوسرے علاقوں میں جا رہے تھے، ان حالات میں سانس لینے والے بزرگ کا سیاست سے علیحدہ رہنا ممکن نہ تھا، حضرت شیخ عبدالقدوسؒ ابتدا میں تو مشائخ چشت کے قدیم اصول کے مطابق سیاست و سلطنت سے علیحدہ رہے، لیکن بعد میں انہیں سیاست میں حصہ لینا پڑا اور سلاطین سے ربط پیدا کرنا پڑا۔ ایک طویل مکتوب میں انہوں نے سکندر لودی کو غم خواری خلق بالخصوص ائمہ اور علما کی تیمارداری پر خصوصی توجہ دلائی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد جب بابر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کا تسلط ہو گیا تو انہوں نے مغل شہنشاہ کو بھی خط لکھا اور ہدایات دیں۔

لودھیوں سے لے کر مغلوں تک تقریباً پانچ فرماں رواؤں کا زمانہ آپؒ نے دیکھا تھا، بہلول لودھی، سکندر لودھی، ابراہیم لودھی، بابر اور ہمایوں۔ ان پانچوں حکمرانوں اور ان کے امرا کو خطوط کے ذریعہ شیخ عبدالقدوس نے اعلاءِ کلمۃ الحق، اتباع شریعت، عدل وانصاف اور احترامِ علما کی طرف توجہ دلانے کا اہم فریضہ انجام دیا۔

آپؒ صاحبِ علم وفضل بزرگ تھے، ان کی تصانیف ان کے فضل وکمال کی شاہد ہیں۔ انہوں نے عوارف المعارف کی شرح لکھی، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی مشہور تصنیف فصوص الحکم پر حاشیہ تیار کیا تھا، اس کے علاوہ رسالہ قدسیہ، غرائب الفوائد، رشد نامہ، مظہر العجائب، مکتوبات قدوسیہ وغیرہ آپ کے شاہکار ہیں۔ فارسی شعر میں قدوسی اور احمدی تخلص اختیار فرماتے اور ہندی یا ہندوی میں ''الکھ داس'' تخلص اختیار فرمایا تھا۔

حضرت گنگوہیؒ نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سلوک میں جو بھی اشکال پیش آتا تھا وہ مکتوبات کے دیکھنے سے حل ہو جاتا تھا۔

اتباعِ شریعت وسنت کا خاص خیال رکھتے تھے، صاحب زادہ شیخ رکن الدین رشد نامہ کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ شریعت محمدی اور عقیدۂ اہل سنت وجماعت سے ایک ذرہ بھر تجاوز گوارا نہ فرماتے تھے۔ اپنے زمانے کے بعض امراء کو خاص طور سے اتباع شریعت کی تلقین کی ہے۔ خواص خاں، ہیبت خاں شیروانی، ابراہیم خاں شیروانی، تردی بیگ وغیرہ کے نام ان کے مکتوبات بہت اہم ہیں۔

جہاں تک صابریہ سلسلے کا تعلق ہے، اس کے نظام کو ترتیب دینا اور پھیلانا شیخ عبد القدوسؒ ہی کا کام تھا۔ مریدوں کی اصلاح وتربیت کی طرف ان کی خاص توجہ تھی، مریدوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے نام ان کے خطوط یہ بتاتے ہیں کہ وہ ان کی روحانی تعلیم کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی حال میں ان کی طرف سے غفلت نہ برتی جائے۔

چشتیہ صابریہ کے علاوہ، چشتیہ نظامیہ، عالیہ قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ وغیرہ سلاسل میں بھی آپ کو اجازت تھی، اور آپ سے چشتیہ صابریہ سلسلہ میں یہ نسبتیں جمع چلی آرہی ہیں۔

۸۴ رسال عمر پائی، جس میں ۳۵ رسال ردولی شریف میں قیام رہا، ۸۹۶ھ میں عمر خان کوشی (افسر گنگوہ، سکندر لودھی) کی استدعا پر شاہ آباد تشریف لے گئے، اور پینتیس سال وہاں مقیم رہے۔ ۹۳۲ھ میں ظہیر الدین بابر کے زمانے میں گنگوہ میں قدم رنجہ فرمایا، اور چودہ سال قیام رہا۔

وفات سے تین سال قبل گوشہ نشینی اختیار کر چکے تھے، زیادہ تر محویت کا عالم رہتا تھا، نماز کے اوقات میں خدام مطلع کرتے تو ادائیگیِ نماز کے بعد پھر جذب و مستی میں غرق ہو جاتے۔

۱۱ / جمادی الاخریٰ ۹۴۵ھ یا ۹۴۴ھ دوشنبہ کو تپ ولرزہ شروع ہوا، اور ۱۹ / جمادی الاخریٰ بہ روز سہ شنبہ آپ کی وفات ہوئی اور گنگوہ میں مدفون ہوئے۔

(۲۶) شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

قدوۃ السالکین، سراج العارفین حضرت خواجہ جلال الدین کا وطنِ اصلی بلخ ہے، نسباً فاروقی تھے۔ سات سال کی عمر میں جب کہ آپ نے حفظِ قرآن مکمل کر لیا تھا، آپ مع خاندان بلخ سے ہند تشریف لائے، والد محمود (یا محمد) بھی عالم تھے، سترہ سال کی عمر میں علومِ ظاہریہ کی تکمیل فرما کر تدریس و افتاء میں مشغول ہو گئے، طاعت و عبادت کا ذوق پہلے سے ہی رکھتے تھے، چناں چہ تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ ۸۰ سال تک روزانہ ایک ختم قرآن کا معمول تھا، یعنی بیعت ہونے سے بہت پہلے سے آپ کا یہ معمول تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

چوں کہ خالص علومِ ظاہری کے امام تھے، اس لیے ابتدا میں تدریس آپ کا مشغلہ تھا، طلبہ کا مجمع رہتا تھا، صوفیانہ حال وقال سے متعارف بھی نہ تھے اور خوش بھی نہ تھے، تھانیسر کے کچھ لوگ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے اور حضرت ان کے پاس تھانیسر تشریف لاتے تھے، شیخ جلالؒ نے ایک مرتبہ ان لوگوں سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پیر سے مل کر رقص وسماع سے ان کو روکیں، ہمارا سلام ان کو پہنچا دینا۔ ان غرباء نے سلام پہنچایا تو جواباً حضرت نے بھی سلام کے ساتھ کہلوایا کہ ہمارا پیر رقاص بھی ہے اور رقاص گر بھی ہے۔ اسی عرصے میں حسبِ اشارۂ باطنی حضرت قطب عالم گنگوہیؒ مولانا جلال کے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور نظر بھر کر دیکھا تو فوراً حال بدل گیا اور بیعت سے مشرف ہوئے، اور ایسی ریاضت ومجاہدہ اختیار کیا کہ معرفت کے دروازے کھل گئے۔ اس کے بعد حضرت قطب عالم نے اشغال کی تعلیم فرمائی اور خلوت اور مجاہدے کا حکم فرمایا۔ آپؒ اپنے احوال کی اطلاع حضرت قطب عالم کو دیتے رہتے تھے، حضرتؒ نے مولانا جلال کو لکھا کہ تین باتوں کا التزام ضروری ہے: اول: دوامِ خلوت، دوم: دوامِ خلو معدہ از طعام، سوم: شغل باطنی باملاحظہ و واسطہ، اور ذکر کے وقت تمام شرائط کا لحاظ ضروری ہے علی الخصوص حبسِ دم سب پر مقدم ہے۔ (انوار العاشقین)

دیگر مشائخ چشت کی طرح اتباعِ سنت آپ کی بھی عادتِ ثانیہ تھی، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: مشہور مشائخ وقت میں آپ کا شمار تھا، عالم، عامل، مستقیم اور شیخ کامل تھے، ابتداءِ عمر سے لے کر آخر عمر تک عبادت، طاعت، درس وتدریس، وعظ وذکر اور ذوق وحال میں مشغول رہے، طویل عمر پائی۔ اور آداب ونوافل کی رعایت اور اوقات کی پابندی کا اہتمام آخر عمر تک رہا۔ (اخبار الاخیار) ملا بدایونی لکھتے ہیں: کمزوری کی وجہ سے ٹیک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لگائے بس غنودگی میں رہتے تھے؛ لیکن دل کی قوت کا یہ حال تھا کہ جیسے ہی اذان کی آواز کان میں پڑتی، کسی کی مدد کے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے، جوتیاں پہنتے، لاٹھی تھام کر اپنے آپ طہارت اور وضو کر کے نماز ادا کرتے، یہ قوت جیسے نماز ہی کے لیے ہی پیدا ہوتی تھی، چناں چہ نماز سے فارغ ہوتے ہی اسی طرح پھر بستر پر لیٹ جاتے۔

بڑے صاحب کشف وکرامات تھے، ایک جوگی ہر سال میلے میں خشک زمین میں غوطہ لگا کر دوسری طرف نکلتا تھا، آپ نے وہاں پہنچ کر غوطہ کی جگہ پاؤں جو رکھ دیا، تو وہ جوگی اندر ہی مر گیا اور لوگوں نے اس کے فتنے سے جنات پائی۔

تاریخِ مشائخ چشت (مصنفہ خلیق احمد) میں ہے: درس وتدریس کا خاص شوق تھا، اکثر کتب متداولہ پر حاشیے تحریر فرمائے ہیں، ان کی ایک مشہور تصنیف ''ارشاد الطالبین'' ہے، جس میں تصوف پر گفتگو کی گئی ہے، اکبر کے زمانے میں زمینوں کے کچھ احکام جاری ہوئے، تو انہوں نے اس مسئلے میں ایک رسالہ ''تحقیق اراضی ہند'' بھی لکھا تھا۔ اس مسئلے پر تھانیسر کے لوگوں کے اصرار پر ائمہ کی سفارش کرنے اکبر بادشاہ کے پاس آگرہ بھی گئے تھے۔ بادشاہ کی نظر میں ان کی عزت تھی، لیکن انہوں نے تدریس وتلقین چھوڑ کر درباداری کی زندگی کو اختیار کرنا پسند نہیں کیا۔

اپنے پیر قطبِ عالم شیخ عبدالقدوسؒ کے ساتھ آپ کا سلسلۂ مکاتبت رہتا تھا، چناں چہ آپ کے نام بڑے پر حقائق مکاتیب تحریر فرمائیں۔ اقبال نامہ جہانگیری کے حوالے سے تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ اکبر بادشاہ اپنے بھائی محمد حکیم مرزا کی بغاوت فرو کرنے کے لیے پنجاب آیا، تو تھانیسر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

۱۴ یا ۲۲ یا ۲۵/ ذی الحجہ ۹۸۰ھ یا ۹۸۹ھ بہ روز جمعہ پچانوے یا چھیانوے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ تھانیسر میں آپ کا مزار ہے۔ بھتیجے شیخ نظام الدین بن عبدالشکورؒ، بھائی شیخ عبدالشکورؒ وغیرہ حضرات آپ کے خلفاء میں شامل ہیں۔

(۲۷) شیخ نظام الدین تھانیسری بلخی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ جلال الدین فاروقیؒ کے بھتیجے بھی تھے، داماد بھی تھے، خلیفہ بھی تھے اور جانشین بھی تھے۔ آپ کے والد شیخ عبدالشکور رحمہ اللہ کو بھی اپنے بھائی شیخ جلال الدین سے خلافت حاصل تھی۔ پیر ومرشد چچا جان اور والد کی تربیت کے طفیل عبادت وریاضت کا طبعی ذوق وشوق پایا تھا؛ البتہ علومِ ظاہری کی تعلیم کی تفصیل کتابوں میں دستیاب نہیں، عین ممکن ہے کہ علومِ ظاہری میں بھی آپ کے مربی ومعلم شیخ جلال الدینؒ ہی ہوں۔ تاریخِ مشائخ چشت (مصنفہ: حضرت شیخ الحدیثؒ) میں ہے: علوم معرفت واسرار ورموز کے علاوہ کیمیا وغیرہ کے علوم بھی حاصل تھے، علومِ اسرار وحقائق اکثر بیان فرمایا کرتے تھے، اور آپ کے ملفوظات اکثر خدام تحریر کرلیا کرتے تھے، بعض نے لکھا ہے کہ علومِ ظاہری آپ نے حاصل نہیں کیے، بلاتحصیل ہی کمال حاصل تھا۔ نفی واثبات اور ذکر بالجہر آپ نے شب وروز کیا ہے، ایک مہینے تک اس قدر سخت مجاہدہ کیا کہ اسمِ ذات ایک سانس میں نوے مرتبہ سے ابتدا کرکے روزانہ حسبِ تحمل ترقی کرکے تین سو یا چار سو تک کے آپ عادی ہوگئے تھے۔ مشہور ہے کہ شیخ جلال الدینؒ نے اپنے تمام خلفا ومریدین کو اپنی حیات ہی میں حضرت شیخ نظام الدین کے حوالے فرمادیا تھا اور حضرت شیخ نے ان کی تعلیم وتلقین فرمائی۔ (۲۱۴)

بادشاہ جہاں گیر آپؒ کا عقیدت مند تھا، اور اسی سبب حاسدین درپئے آزار بھی تھے، اور آپ کو دومرتبہ ملک چھوڑنے کا حکم دیا گیا۔ اس قصے کی تفصیلات میں قدرے اختلاف ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ ۱۰۰۷ھ میں حرمین روانگی کا سبب اکبر بادشاہ کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ناراضگی تھی ،اور آپ کی کرامات اور کثیر مصارف کو بہانہ بنا کر حاسدین نے اکبر کو ورغلایا تھا۔اسی سفر میں شیخ فخر الدین ابراہیم ہمدانی عراقیؒ کی ''لمعات'' کی ایک شرح مکہ میں شرح لمعات مکی اور دوسری مدینہ منورہ میں شرح لمعات مدنی تالیف فرمائی۔ دوسری مرتبہ حرمین روانگی کا سبب جہاں گیر کی ناراضگی تھی، جو ۱۰۱۴ھ میں تخت نشین ہوا، یعنی اس سے قبل آپؒ واپس آچکے تھے اور پھر حرمین تشریف لے گئے اور ۱۰۲۰ھ میں واپس ہوئے، مگر پھر بھی یہاں حالات سازگار نہ تھے، اس لیے بلخ تشریف لے گئے۔

حاکمِ بلخ نذر محمد خان نے آپؒ کا بہ صد شوق استقبال کیا، ہفتے میں ایک بار زیارت کو حاضر ہوتا۔ یہاں بھی حاسدین نے بادشاہ کو بدگمان کرنا چاہا، اور آپؒ سے عجیب وغریب کرامات صادر ہوئیں، مگر بادشاہ کی عقیدت بڑھتی رہی ، اور یہیں آپؒ نے ۸ / رجب ۱۰۳۵ھ یا ۱۰۳۶ھ میں وفات پائی اور بلخ ہی میں مدفون ہوئے۔

بلخ میں آپؒ کے سات سو خلفاء تھے، شیخ ابوسعید گنگوہیؒ نے گنگوہ سے بلخ پہنچ کر تربیت و اجازت حاصل فرمائی اور ہندوستان میں آپ کے جانشین بنے، جب کہ شیخ عبدالکریم اور سید علی خواصؒ بلخ میں آپؒ کے جانشین ہوئے۔

(۲۸) حضرت شاہ ابوسعید نعمانی گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ

بلند ہمت و بلند پرواز، عشق وفنا میں بے نظیر شاہ ابوسعید نعمانیؒ نجیب الطرفین تھے، یعنی آپؒ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے اور شیخ جلال الدین فاروقی تھانیسریؒ کے نواسے تھے۔اولِ شباب میں کچھ دن سپہ گری کرنے کے بعد شیخ جلال الدینؒ سے بیعت ہوئے، شیخ جلالؒ نے اپنے ضعف و پیرانہ سالی کے سبب آپؒ کو اپنے خلفیہ شیخ نظام الدین تھانیسریؒ کے حوالے کر دیا۔ادھر شیخ نظام الدینؒ کو اکبر و جہاں گیر کی ناراضگی کے سبب اولاً حجاز اور پھر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بلخ منتقل ہونا پڑا تو بہ غرضِ تکمیل وتربیت شاہ ابوسعیدؒ بھی بلخ آپہنچے۔شیخ نظام الدینؒ پران کی بلخ آمد منکشف ہوئی تو شہر سے باہر نکل کر استقبال فرمایا اور حقِ ضیافت ادا فرمایا۔ کچھ دنوں بعد جب شاہ ابوسعیدؒ نے عرض کیا کہ میں وہ دولت لینے آیا ہوں، جو آپ میرے گھر سے لائے ہیں،تو شیخ نظام الدینؒ نے باقاعدہ تربیت کا آغاز فرمایا۔

انوار العاشقین میں ہے کہ اعلی درجے کی ریاضت اور مجاہدہ کرنا شروع کیا، بارہ برس تک حضرت شاہ ابوسعید نے علی الخصوص شغل سہ پایہ پر خوب محنت کی،مگر مقصود حقیقی جیسا کہ چاہیے حاصل نہیں ہوتا تھا، پیرومرشد سے اس نایافت کی شکایت کی تو حضرت نے فرمایا تمہارے اندر کسی قدر خود پسندی ہے، جو سدِراہ ہے،اس لیے نفس کو ذلیل کرنے کی ضرورت ہے، پھر شکاری کتے سپرد کردیے، کتوں کی محافظت میں آپ کی بڑی نفس کشی ہوئی،بعض دفع کتوں نے گارے اور کیچڑ میں کھینچا، سخت ذلت اور خواری اٹھائی، آخر بطفیل پیرومرشد دریائے رحمت جوش میں آیا اور مقصودِ حقیقی نے جلوہ فرمایا اور تجلی ذات سے مشرف ہوئے۔ شیخ نظام کو احوال کا علم ہوا تو خوش ہوئے۔شاہ ابوسعیدؒ کو دوبارہ اس تجلی کا اشتیاق دامن گیر ہوا، روزانہ ذکر کرکے اس کے مشتاق رہتے،ایک دن حبس دم کرکے بیٹھ گئے کہ جب تک تجلی نہ ہوگی سانس نہ چھوڑوں گا، کئی گھنٹے بعد تجلی ہوئی اور اس کی مسرت میں اس زور سے سانس چھوٹا کہ پسلی ٹوٹ گئی، اسی وقت غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا،جس نے آپ کے منہ میں کوئی دوا ڈالی، جس سے یہ پسلی جڑ گئی۔شیخ المشائخ شیخ نظام الملۃ والدین نے یہ تمام حال سن کر فرمایا: اے ابوسعید! ابھی کام ناتمام ہے، بدستور مجاہدے میں رہو۔جس طرح سیر عروجی کا مشاہدہ کیا اسی طرح سیر نزولی طے کرنے کی بھی ضرورت ہے۔(انوار العاشقین)

بالآخر تکمیل کے بعد شیخ نے آپ کو امانتِ پیران مع خرقۂ خلافت اور اسم اعظم حوالہ کر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے اپنا نائب بنایا اور گنگوہ رخصت فرمایا۔ گنگوہ پہنچ کر ہر چند آپؒ نے گم نامی میں رہنا چاہا مگر شہرت ہو ہی گئی، ہر ملک سے طالبانِ خدا خدمت میں آ پہنچے اور نعمتِ باطنی اور عرفانِ حقیقت سے سرفراز ہوئے۔

دوم ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۰۴۰ھ میں آپ کا وصال ہوا، گنگوہ میں مزار ہے۔ آپ کے خلفاء میں تین خلیفہ زیادہ مشہور ہیں اور تینوں سے سلاسل طریقت جاری ہیں: شیخ محمد صادق گنگوہیؒ، شیخ ابراہیم رامپوریؒ، اور شیخ خواجہ محب اللہ الہ آبادیؒ۔

(۲۹) شیخ کبیر شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخِ عجم، شیخ کبیر اور محی الدین ثانی، شیخ محب اللہ بن شیخ مبارز بن شیخ پیر صدر پوریؒ؛ صدر پور نزد خیر آباد، ۲/ صفر ۹۹۶ھ میں پیدا ہوئے، بائیسویں پشت پر آپ کا سلسلۂ نسب شیخ فرید الدین گنج شکرؒ سے جا ملتا ہے اور اسی واسطے سے آپؒ فاروقی بھی ہیں۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کر کے لاہور گئے، جو جہاں گیر کا پایۂ تخت تھا اور اسی سبب علما کا مرکز اور طلبہ کا مرجع ہونے میں بخارا و بغداد کا ہم پایہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں مفتی عبد السلام لاہوری سے علمِ ظاہر کی تکمیل فرمائی، میاں میر لاہوری اور نواب سعد اللہ بھی آپ کے شریکِ درس تھے۔

کچھ وقت معاش میں سرگرداں رہے، پھر مزارات کی زیارت کو نکلے، لاہور کے شریکِ درس نواب سعد اللہ شاہ جہاں کے وزیر اعظم تھے، آپؒ گدڑی اوڑھے دہلی میں گھوم رہے تھے کہ وزیر اعظم کی شاہی سواری نکلی؛ راستے میں دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں تو دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ آپؒ بھاگ کر ایک دکان میں چھپ گئے، نواب سعد اللہ نے خدام کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لاؤ، مگر بے ادبی مت کرنا۔ گدڑی اتروا کر شاہی لباس پہنایا اور شاہ جہاں کے دربار میں سفارش کی: ”میرے اس بھائی کو ہی وزیر اعظم بنا دیں، میں اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے ماتحت کام کروں گا''۔ اپنے وزیر اعظم کی زبانی یہ سن کر شاہ جہاں نے آپؒ کے مقام و مرتبے کا اندازہ کرلیا، چناں چہ مناسب منصب اور جاگیر سے نوازے گئے۔ شاہی دستور یہ تھا کہ شاہی منصب وخلعت پاکر وزراء اولاً خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر پہنچ کر فاتحہ خوانی کریں۔ آپؒ بھی شاہی سواری میں روانہ ہوئے، حاضری سے قبل حشم وخدم کو دور چھوڑ کر تنہا مزار پر پہنچے، اور مراقبہ فرمایا تو ارشاد ہوا کہ سلسلۂ صابریہ میں آج کل شاہ ابوسعید گنگوہیؒ کے یہاں بازارِ تکمیل گرم ہے، اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں فیضانِ طریقت اسی منبع سے زور وشور سے جاری ہے، اس لیے وہاں پہنچو، چناں چہ اسی وقت شاہانہ لوازمات چھوڑ کر گنگوہ کی راہ لی۔

شاہ ابوسعیدؒ نے شیخ محب اللہ کے مناسب حال انہیں نفی واثبات اور اسم ذات کی تعلیم دے کر اربعین میں بٹھادیا اور تصورِ شیخ کی تاکید کردی، مولانا نے ایسا یکسوئی کے ساتھ مجاہدہ کیا کہ حضرت شیخؒ نے خود فرمایا: محب اللہ آؤ! تمہیں مقصود تک پہنچاؤں اور فوراً تکمیل فرمادی۔ بعض قدیم خدام نے عرض کیا کہ یہ خدام ایک عرصے سے پڑے ہیں، ان کی طرف التفات نہیں فرمایا، اس نو وارد کو کچھ زیادہ زمانہ نہیں ہوا اور آپ نے ان کی تکمیل فرمادی، حضرت شیخ نے فرمایا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ پھر نصیحت فرمائی کہ ہر شخص کا حال علیحدہ ہوتا ہے، بعض لوگ بڑے مجاہدے کے محتاج ہوتے ہیں اور بعض کو تھوڑی سے مشقت کی ضرورت ہوتی ہے، بس!!! شیخ محب اللہؒ کو اجازت کے ارادے کا علم ہوا تو خیال گذرا کہ میں تو ابھی اہل نہیں ہوں؟ شاہ ابوسعید کو اس کا علم ہوگیا، اور ایسی توجہ ڈالی کہ خود شیخ محب اللہ نے عرض کیا کہ حضرت اس سے زائد کا مجھ میں تحمل نہیں، بس کیجیے! بس کیجیے!!

حصولِ خلافت کے بعد اولاً کچھ وقت صدر پور میں اس کے بعد الٰہ آباد میں مقیم ہوئے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یہاں بھی ابتداءً مشکلات درپیش رہیں، لیکن بعد میں فتوحات اور قبولِ عام نصیب ہوا۔ آپؒ کے فیضِ عام سے خلق اللہ، خصوصاً علما خوب بہرہ ور ہوئے۔ بادشاہ شاہ جہاں آپ کا بڑا معتقد تھا، شہزادہ داراشکوہ بھی گرویدہ تھا، اسے الٰہ آباد کا گورنر بنایا گیا تو زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ شیخ محب اللہ کی صحبت و تعلق میسر ہوں گے۔ داراشکوہ کے ۱۸/ سوالوں کے جواب آپ نے رسالہ ''اسئلہ واجوبہ'' کے نام سے جمع فرمائے تھے۔

علم ظاہر و باطن میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اس لیے مطالعہ وسیع اور تحریریں عمیق ہوا کرتی تھیں۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی کتابوں پر عبور حاصل تھا، اور تقریباً ان ہی موضوعات پر آپؒ نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ فصوص الحکم کی عربی اردو شروحات بھی تصنیف فرمائیں۔ ایک رسالہ مسمی ''تسویۃ'' بھی وحدۃ الوجود کے موضوع پر تصنیف فرمایا تھا۔ جس کے بعض عمیق مضامین سے متعلق عالمگیرؒ کے دربار میں شکایت کی گئی، رسالہ ضبط کروایا گیا، بلکہ آپ کے خلفاء کو خاص کر شیخ محمدی فیاضؒ کو بڑی آزمائش میں ڈالا گیا۔

تقریباً ۲۰ رسال یہاں خلقِ خدا کی بذریعۂ ارشاد و ہدایت خدمت فرمائی اور ۹/ رجب ۱۰۵۸ھ بہ روز پنج شنبہ غروبِ آفتاب کے وقت یہ آفتابِ ہدایت بھی غروب ہوا۔ الٰہ آباد، محلہ بہادر گنج میں آپؒ کا مزار ہے اور آج بھی آباد ہے۔ ایک بیٹے تاج الدین تھے، اور خاندان میں سجادہ نشینی کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ حضرت شیخ قاضی گھاسیؒ، شیخ محمد کبیر کنوجیؒ اور شیخ محمدی فیاضؒ آپؒ کے مشہور خلفاء ہیں۔

(۳۰) شیخ شاہ محمدی فیاضِ دھر اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

فیاض دہر، سید النسب، شاہ محمدی بن شیخ محمد عیسیٰ ہرگامی، سیدنا جعفر بن ابی طالب کے خاندان سے تھے، ساداتِ امروہہ میں آپ کا خاندان مشہور ہے۔ ۱۴/ شوال ۱۰۲۱ھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کرچہ (خیرآباد، اودھ) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی زمانہ آزادی میں گذرا۔ والد محترم آزاد روی پر بار بار تنبیہ فرماتے تھے، ایک بار سخت تنبیہ فرمائی، جو ایسی کارگر ہوئی کہ سب کچھ چھوڑ کر تعلیم میں مشغول ہوئے، علوم ظاہریہ کی تکمیل فرما کر اصلاحِ باطن کے لیے شیخ محب اللہ الٰہ آبادی کی خدمت میں پہنچے۔ چودہ سال شیخ کی خدمت میں رہے، اس دوران فقط ایک بار والد سے ملنے ہرگام گئے تھے۔ والد سے مل کر واپس ہوئے تو کچھ دنوں بعد والد کا انتقال ہو گیا تو پھر سے ہرگام گئے اور کچھ قیام کر کے دوبارہ الہ آباد آ گئے۔ اس کے چند دنوں بعد خلافت سے نوازے گئے۔

شیخ محب اللہ آپؒ سے بہت خوش تھے، ایک مرتبہ فرمایا: ''محب اللہ اگر پیر خود را ندیدے و محمدی را بدیں کمالات صوری و معنوی کہ دارد یافتے، ارادت بوے آوردے و مریدِ او شدے۔'' (انوار العارفین)

شیخ محب اللہ کی وفات کے بعد اکبرآباد نزد آگرہ مقیم ہوئے، وہاں سے آگرہ آ گئے، کمالات کا شہرہ لوگوں میں عام تھا، داراشکوہ وحدۃ الوجود کے قائل چشتیہ مشائخ کا معتقد تھا، آپؒ سے رسم وراہ بڑھائی اور خانقاہ میں آمد و رفت کرنے لگا۔ حاسدین کو یہ تعلقات ناگوار تھے، اس درمیان شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب تخت نشین ہوئے، تو وحدۃ الوجود کے مخالفین علما نے آپؒ سے متعلق بادشاہ کو بدظن کیا، جیسا کہ ماسبق میں گذرا وحدۃ الوجود پر لکھی گئی شیخ محب اللہؒ کی کتاب ''تسویہ'' علما کے مابین موضوعِ بحث تھی۔ تنگ آ کر آپؒ نے آگرہ چھوڑ دیا اور امروہہ میں مقیم ہو گئے، یہیں آپ نے نکاح فرمایا اور خانقاہ، سرائے اور مکانات تعمیر فرما کر سکونت اختیار فرمائی۔ شیخ محب اللہؒ کی خلافت اور داراشکوہ کی عقیدت کی بنیاد پر شاہی دربار میں شکایتیں ہوتی رہیں تو اورنگزیبؒ نے زیارت حرمین کے لیے بھیج دیا۔ حرمین سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

واپسی پر بھی مخالفین باز نہ رہے اور قید کروادیا، اولاً شاہ جہاں باد پھر اورنگ آباد میں قید رہے، اور اسی قید میں ۳ / رجب ۱۱۰۷ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی، آپؒ کی وصیت کے مطابق میت تابوت میں رکھ کر خفیہ طریقے سے آگرہ لائی گئی اور ۱۴ / شوال ۱۱۰۷ھ اس حجرے میں دفن کیے گئے جو آپ کی قیام گاہ تھا۔

آپؒ کے دو برادران شاہ عبدالجلیلؒ، اور شاہ محمد حامدؒ، بیٹے شاہ سعد محمد مکیؒ اور روشن محمد مدنیؒ اور بھتیجے شاہ عضد الدین بن شاہ محمد حامد آپ کے خلفاء اور جانشین ہوئے۔

ملاحظہ

اس مقام پر ہمارے سلسلے کے شجرات میں ذکر وسائط میں قدرے اختلاف ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شاہ محمدی فیاض دہرؒ اور شاہ عضد الدینؒ کے درمیان بعض شجرات میں شیخ محمد حامدؒ (برادر شاہ محمدی فیاض دہر) اور بعض میں شاہ سعد محمد مکیؒ (پسر شاہ محمدی فیاض دہرؒ) کا نام مذکور ہے۔ یعنی تین طرح کے شجرے ہیں:

(۱) شاہ محمدی فیاض دہر کے خلیفہ شاہ عضد الدین۔

(۲) شاہ محمدی فیاض دہرؒ کے خلیفہ ان کے برادر شیخ حامد اور ان کے خلیفہ شاہ عضد الدینؒ (۳) شاہ محمدی فیاض دہر کے خلیفہ شاہ سعد محمد مکیؒ اور ان کے خلیفہ شاہ عضد الدین۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ شاہ عضد الدین کو براہِ راست شاہ محمدی فیاض دہر سے بھی خلافت تھی اور یہی خلافت اپنے والد شیخ محمد حامدؒ کے واسطے سے اور اپنے چچازاد بھائی شاہ محمد سعد مکیؒ کے واسطے سے بھی حاصل تھی۔

(۳۱-۳۲) شیخ حامد ہرگامی اور شیخ سعد محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ حامد بن عیسیٰ ہرگامیؒ؛ شیخ محمدی فیاضِ دہر کے چھوٹے بھائی تھے، ۹ / ربیع

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الآخر ۱۰۲۹ھ کے روز ہرگام ضلع سیتاپور پیدا ہوئے۔ سید عظمت اللہ بن مولانا فضل اللہ (شاگرد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) سے علوم کی تحصیل فرمائی، جب کہ باطنی نسبت واصلاح کے لیے شیخ محب اللہ الٰہ آبادیؒ سے وابستہ ہوئے، اور اپنے بڑے بھائی شاہ محمدی فیاض دہر سے خلافت واجازت سے سرفراز تھے۔ شیخ محمدی فیاض دہرؒ جب امروہہ میں عقد کر کے سکونت پذیر ہوئے تو شیخ حامدؒ بھی امروہہ تشریف لے آئے، اور شیخ فیض اللہ علوی کی دوسری بیٹی سے عقد کر کے یہاں مقیم ہو گئے، اس طرح دونوں بھائی ''ہم زلف'' تھے۔ اپنے بڑے بھائی شیخ عبدالجلیل اور شیخ عبدالخالق سے ملنے کے لیے ہر سال ہرگام تشریف لے جاتے تھے، ۱۱۱۸ھ میں وہیں گئے ہوئے تھے کہ انتقال ہو گیا اور ہرگام میں مدفون ہوئے۔

شیخ سعد محمد مکیؒ: شیخ محمدی فیاض دہر کے صاحب زادے ہیں، شجرات میں عموماً ان کا نام شیخ محمد مکیؒ لکھا گیا ہے۔ شیخ محمدی فیاض دہر جب بہ حکم اورنگ زیب حجاز بھیج دیے گئے تھے تب مکہ میں ان کی ولادت ہوئی، اسی مناسبت سے ان کو ''مکی'' کہا جاتا ہے۔ والدؒ کی وفات کے بعد یا والدؒ کے اورنگ زیب کی نظر قید میں ہونے کے زمانے میں آپؒ نے والد کی خانقاہ میں شجادہ نشینی اختیار فرمائی۔ امروہہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ نزہۃ الخواطر میں ہے کہ آپؒ کے ایک بیٹے حکیم جلال الدین تھے، جو حکیم علوی خان دہلوی کے شاگرد اور ''قرابادین جلالی'' کے مصنف تھے، نیز توحید وجودی کی گہری معرفت رکھتے تھے۔

(۳۳) حضرت شیخ شاہ عضد الدین امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ محمدی فیاض دہرؒ کے بھتیجے اور شیخ حامدؒ کے فرزند ہیں؛ ہر دو سے اجازت وخلافت رکھتے ہیں، علوم شریعت اور معقول ومنقول میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ جیسا کہ مذکور ہوا آپ کے والد امروہہ ہی متزوج ہو کر سکونت پذیر تھے، وہیں ۲۴ / رجب ۱۰۷۷ھ میں پیدا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوئے اور اسی مناسبت سے امروہوی کہلائے۔ حسب دستورِ زمانہ عربی و فارسی کی تعلیم خاندان کے اور امروہہ کے علما سے حاصل فرمائی، اس کے بعد ہندو فلسفے کی معرفت کی غرض سے ایودھیا و بنارس کے پنڈتوں سے سنسکرت بھی سیکھی۔ تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ ابتدا میں معقولات اور فلسفے کے دل دادہ تھے، لیکن ایک بار خواب دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک باغ میں اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما ہیں، لوگ زیارت کے لیے پہنچ رہے ہیں، جب آپؒ باغ میں پہنچ کر زیارت سے مشرف ہوئے تو دربارِ رسالت سے ارشاد ہوا کہ: ''ملا شدی، ازیں سبب بقدم بوس مانیامدی؟'' انہیں سخت ندامت ہوئی اور عفو و درگذر چاہا؛ جب بیدار ہوئے تو دنیا بدل چکی تھی، چناں چہ تعلیم و تدریس ترک کر دی اور علمِ باطن کی طرف مزید توجہ دینے لگے۔

زہد و قناعت کے خوگر تھے، ایک جوگی نے کیمیا پیش کی تو اس کو خانقاہ کی طاق میں رکھ دیا، برسوں بعد کی حاضری پر جوگی نے دیکھا کہ اسی حال میں ہے تو فرمایا کہ ضرورت ہی پیش نہیں آئی، ہمارے پاس اس سے بھی بڑھ کر اکسیر موجود ہے اور وہ قناعت ہے۔

مقاصد العارفین آپؒ کی مشہور تصنیف ہے، جو وحدۃ الوجود کے موضوع پر ہے، اُس زمانے میں یہ موضوع مشائخِ چشتیہ کا شعار سمجھا جاتا تھا اور تقریباً تمام مشائخ اس کے قائل اور اس موضوع پر کچھ نہ کچھ تحریر ضرور فرماتے تھے۔ ایک اور کتاب بحر الحق (ستیہ سروَر) فارسی رسم الخط اور سنسکرت زبان میں تصنیف فرمائی، مگر اب نایاب ہے، اشعار کا ایک مجموعہ دیوان عضدی کے نام سے ہے، جب کہ قوت الکلام نام سے ایک چہار لسانی لغت عربی فارسی، ہندی، ترکی میں تالیف فرمائی۔ ۲۷/ رجب ۱۱۷۲ھ امروہہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دو بیٹے تھے: ایک معز الدین؛ جو ''میاں موج'' سے مشہور تھے اور ان ہی سے آپ کا خاندان آگے چلا۔ دوسرے بیٹے ''شاہ موتی'' لاولد انتقال کر گئے۔ میاں موجؒ کے علاوہ شیخ نظر محمد اور حضرت شاہ عبد الہادیؒ آپ کے خلفاء ہیں۔

حضرت اقدس حاجی امداد اللہؒ نے ضیاء القلوب میں تحریر فرمایا ہے کہ بعضے شجرات میں اور کتابوں میں آپ کا نام عز الدین درج ہے، البتہ صحیح عضد الدین ہے۔

(۳۴) شیخ عبد الهادی امروهوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبد الہادیؒ امروہہ کے صدیقی قاضی خاندان کے چشم و چراغ تھے، سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں اس خاندان کے ایک بزرگ شیخ جلال الدین، بخارا سے ہندوستان تشریف لائے اور اسی خاندان کے بزرگ شیخ قاضی نظام الدینؒ کو غیاث الدین بلبن کے دورِ آخر میں یا فیروز شاہ خلجی کے زمانے میں امروہہ کا منصب قضا سپرد ہوا۔ اسی وقت سے یہ صدیقی قاضی خاندان امروہہ میں آباد تھا اور اسی خاندان میں ۱۴/ رجب ۱۰۸۴ھ کو شیخ عبد الہادیؒ بن شیخ محمد حافظ پیدا ہوئے۔

شاہ محمدی فیاض دہرؒ موقع بہ موقع ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔ ایک بار تشریف لائے اور نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو ضعفِ بصارت کی وجہ سے قبلے کی صحیح تعیین نہ ہو سکی، اس وقت محض چار سال کی عمر میں آپؒ نے شاہ صاحبؒ کو ہاتھ پکڑ کر قبلہ رخ کر دیا، شاہ صاحبؒ کا دل خوش ہو گیا اور آپ کے والد کو بشارت دی کہ یہ بچہ مقتدائے وقت ہوگا اور ایک عالم اس سے فیض یاب ہوگا۔

انوار العارفین میں ہے کہ ابتدا ہی سے شیخ عبد الہادی پر ایسا اثرِ توجہ حضرت شاہ محمدیؒ کا پڑا کہ ریاضت اور مجاہدے میں مصروف ہو گئے، آدمیوں سے متنفر ہو گئے، جنگلوں میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پھرنے لگے، والد صاحب نے غلہ کی تجارت میں لگایا تو صدقہ کر دیا، شادی کروا کر کھیتی باڑی سپرد فرمائی تھی کہ اسی سال والد کا انتقال ہوا اور آپؒ سب کچھ چھوڑ کر جنگل میں نکل گئے۔ آخر الامر حسبِ ہدایت بعض صلحاءِ وقت حضرت شاہ عضد الدین سے مشرف بہ بیعت ہو کر درجۂ کمال پر پہنچے۔

تنہائی پسند ہونے کی وجہ سے اکثر صحرا میں رہتے تھے، ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے خواب میں آ کر فرمایا کہ آبادی میں رہ کر خلقِ خدا کو نفع پہنچاؤ، اس حکم کی تعمیل میں آبادی میں تشریف لائے اور موضع براہی میں رہنا شروع فرمایا، آخر میں قاضی شیخ الاسلام نے کھائی کھیڑہ میں قیام کی درخواست کی تو منظور فرمالی اور تا وفات یہیں مقیم رہے، اور ۴ / رمضان ۱۱۹۰ھ بہ روز جمعہ انتقال فرمایا۔ اولاً کھائی کھیڑہ میں تدفین ہوئی، پھر یکم شوال ۱۱۹۰ھ اعزہ اور مریدین میت کے تابوت کو امروہہ لے آئے اور صاحب زادہ ظہور اللہ صدیقی کے باغ میں دفن کیے گئے۔

امراءِ سلطنت نواب امین الدولہ اور مرزا اکبر علی خان آپؒ کے معتقد تھے، ان کی وساطت سے شاہ عالم ثانی بھی آپ کا بڑا معتقد ہو گیا تھا، اور آپؒ چشتی روایت کے مطابق دربار سے دور رہتے ہوئے خط و کتابت میں اس کو عدل و کرم گستری کی تاکید فرماتے تھے، اُمرا، وُزرا اور امیروں کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ خادم کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ درپردہ قبول کرتا ہے تو اس کو خدمت سے نکال دیا۔

اپنے بیٹے ظہور اللہ صدیقی کے دونوں صاحب زادے شیخ دوست محمد اور شیخ عبد الباری کی تربیت فرما کر انہیں خلافت سے نوازا۔ تذکرۃ الکرام میں ان کے علاوہ دیگر خلفاء کے نام بھی مذکور ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۳۵) حضرت عبد الباری صدیقی امروھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ عبدالہادی کے پوتے، تعلیم وتربیت میں آپ ہی کے پروردہ اور اجازت و خلافت یافتہ تھے۔ ۸ / رجب ۱۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے، عبدالہادی نام اور ابوعبدالرحمن کنیت طے کی گئی، صورت اور سیرت میں ممتاز تھے، ۱۱ رسال کی عمر تک دادا شیخ عضدالدینؒ کی خانقاہ میں جانے کے علاوہ کسی مقصد سے گھر سے باہر قدم نہیں رکھا۔ پھر بالغ ہوئے تو شادی کرادی گئی، ۲۲ رسال کی عمر میں شیخ عبدالہادیؒ نے دونوں پوتوں کو اپنے پاس بلا کر تزکیۂ نفس کے مجاہدے میں مشغول کر دیا اور پھر اجازت مرحمت فرمائی۔ تذکرۃ الکرام میں ہے کہ شاہ عبدالباری کا ظاہر جتنا درست تھا، باطن اس سے بدرجہا بہتر! زہد وتقویٰ، صدق وصفا، صبر وشکر، توکل و رضا شیوہ تھا۔ علماءِ عہد و مشائخِ عصر آپ کا اکرام کرتے، بریلی، مرادآباد، امروہہ کے مشائخِ وقت اکثر تشریف لاتے، خوب خوب صحبتیں رہتیں۔

مرزا مظہر جان جاناں امروہہ تشریف لائے اور آپؒ بغرض سلام حاضر ہوئے تو فرمایا: آپ کے جد بزرگوار کے مجھ پر بہت الطاف ہیں، میرا فرض ہے کہ ان کا نعم البدل ادا کردوں، پھر توجہ ڈالی اور فرمایا: ''قدمِ شیخ عبدالباری در ہر مقام از ما یک قدم پیش بود''۔ پھر حسب استدعا شاہ عبدالباری کی خانقاہ میں تشریف لائے اور کئی ہفتے قیام فرمایا۔

حضرت مرزا صاحبؒ نازک مزاج تھے، مشہور ہے کہ مرزا صاحب کی تشریف آوری کے دن شاہ عبدالباریؒ نے نئی چارپائی تیار فرمائی، جس پر پہلی مرتبہ حضرت مرزا صاحب نے استراحت فرمایا، صبح کو نیند نہ آنے کی شکایت کی اور فرمایا کہ اس میں کان (کجی) ہے، ناپنے سے معلوم ہوا کہ خفیف کان ہے۔ زمانۂ قیام میں مرزا صاحبؒ نے شاہ صاحبؒ پر خاص الطاف فرمائے اور سلسلۂ نقشبندیہ عالیہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دہلی و اجمیر کا سفر بھی فرمایا، دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، حضرت شاہ غلام علی مجددی اور دیگر مشائخ وعلماءِ عصر سے ملاقاتیں ہوئیں اور شیخ نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ وغیرہ بزرگوں کے مزارات کی بھی زیارت فرمائی۔

امامت فرماتے، عمامہ باندھتے، پائجامہ اونچا اور کرتہ نیچا پہنتے۔ خوشبو بہت زیادہ استعمال فرماتے۔ امراضِ قلب کے متعلق خوب تاکید فرماتے اور یہ رباعی پڑھتے:

خواہی کہ شود دلِ تو چوں آئینہ — دہ چیز بیروں کن از درونِ سینہ
حرص وامل وغضب دروغ وغیبت — بخل و حسد و ریا و کبر کینہ

شاہ عبدالہادیؒ کے انتقال کے بعد ۳۶ رسال تک شاہ عبدالباری حیات رہے، اور یہ خانقاہ مرجعِ خلائق رہی۔ ۱۱/شعبان ۱۲۲۶ھ بہ روز جمعہ انتقال ہوا اور نماز جمعہ کے بعد دادا شیخ عبدالہادی کے جوار میں مدفون ہوئے۔ ایک صاحب زادہ شیخ رحمان بخش نسبی سلسلے میں اور سات خلفاء: شاہ عبدالرحیم، سید حاتم علی، شاہ حاجی خیرالدین، حافظ کلن شاہ، شیخ محمد منیر، شیخ امین اللہ، حافظ عبدالکریم؛ روحانی سلسلے میں چھوڑے۔

(۳۶) حضرت شیخ حاجی عبدالرحیم ولایتی شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ حسینی سید، ساداتِ افغانستان میں سے ہیں، علاقہ ''روہ'' کے باشندے تھے، یہاں کے لوگوں کو روہیلہ کہا جاتا تھا، مغل فوج میں موجود ان قبائل کے سرداروں نے آگرہ اور اودھ کے علاقوں میں روہیل کھنڈ نام سے اپنی خود مختار حکومت بھی قائم کی تھی۔ آپؒ اور ایک رفیق شیخ جان محمد طلبِ معرفت میں ولایت سے ہندوستان تشریف لائے اور اولاً پنج لاسہ میں حضرت شاہ رحم علی صاحبؒ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور نسبت وکمالات اور خلافت حاصل فرمائی، پھر نسبتِ عشقیہ چشتیہ کے حصول کا شوق غالب ہوا، تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اپنے رفیق شیخ جان محمد کے ساتھ امروہہ شیخ عبدالباریؒ کی خدمت میں پہنچے۔ کچھ دنوں بعد شیخ عبدالباریؒ نے ارشاد فرمایا: شیخ جان محمدؒ سے کہہ دو کہ تمہارا حصہ شاہ غلام علی دہلویؒ کے پاس ہے، اور عبدالرحیم کو میرے پاس بلا لاؤ، جب شاہ عبدالرحیم صاحب حاضر ہوئے تو حضرت نے ان پر توجہ فرمائی اور اسی حالت میں شاہ عبدالرحیم کا مقصد حاصل ہو گیا۔

امروہہ چھوڑنے کے بعد سہارنپور کی مسجد ابو نبی میں قیام فرمایا اور اصلاح و ارشاد میں مشغول ہوئے، ہزاروں مرید بشمول امراء، رؤساء، جاگیردار آپ سے وابستہ ہوئے۔

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تحریک جہاد شروع کرنے سے قبل دوآبہ کے دورے پر تشریف لائے، تو اسی مسجد میں قیام فرمایا اور حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ نے اپنے تمام مریدوں کے ہمراہ ان کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کی، میاں جی نور محمد صاحبؒ بھی لوہاری سے آکر اپنے پیر و مرشد کے منشا کے مطابق بیعت ہوئے۔

شیخ محمد تھانویؒ فرماتے ہیں: ایک بار شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے حضرت حاجی عبدالرحیم صاحبؒ پر توجہ ڈالی، کچھ دیر بعد فرمایا: اللہ اکبر!! تمہاری نسبت میں بڑی فراخی ہے، تم کو کچھ احتیاج اکتساب باقی نہیں رہی۔

حضرت اقدس سید عبدالرحیم ولایتیؒ کے تذکرے سے متعلق تین امور قابل ذکر ہیں:

اول یہ کہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہاتھوں بیعت ہونا ''بیعت جہاد'' تھی، بیعت سلوک نہ تھی۔ بعض تذکروں سے اور ارواحِ ثلاثہ کے بعض قصوں سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ ابھی سلوک تمام نہ ہوا تھا اور یہ بیعتِ سلوک تھی۔

دوم یہ کہ اکثر تذکروں کے مطابق مشہور قصہ یہی ہے کہ حاجی صاحبؒ امروہہ چھوڑ کر مسجد ابو نبی سہارنپور میں مقیم اور مرجع خلائق تھے، اور یہیں سے سید احمد شہیدؒ کے ہمراہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوئے، جب کہ تذکرۃ الکرام (تاریخِ امروہہ) کے مطابق حاجی صاحبؒ شیخ عبدالباریؒ کے انتقال کے بعد ان کے جانشین شاہ رحمن بخش کے زمانے میں بھی امروہہ میں ہی مقیم تھے اور یہیں سے حاجی صاحب کو خانقاہ کے سجادہ نشین کے نمائندے کے طور پر سید احمد شہیدؒ کی تحریک میں شمولیت کے لیے بھیجا گیا۔ بعض تذکروں میں مذکور ہے کہ شیخ عبدالباریؒ کے جانشین شاہ رحمن بخش سید احمد شہیدؒ کے لشکر کو امداد بھیجا کرتے تھے، ان سب روایات میں قدرے مشترک یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ اپنے پیر و مرشد کی خانقاہ سے ربط رکھتے تھے اور یہ سب حضرات تحریکِ سید احمد شہیدؒ کے حمایتی تھے۔

امرِ سوم آپؒ کی وفات یا شہادت سے متعلق ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سید احمد شہیدؒ کی حیات ہی میں ''مایار'' یا ''معیار'' یا ''مہیار'' مقام پر درانیوں کے ساتھ ایک مقابلے میں ۴۰ مجاہدین کے ساتھ شہید ہوئے، جن میں حاجی عبدالرحیم صاحبؒ کی شہادت کو بڑا نقصان سمجھا گیا، سب کو اجتماعی قبر میں دفنایا گیا اور اولاً حاجی عبدالرحیم صاحبؒ کو قبر میں رکھا گیا، حضرت مولانا علی میاںؒ لکھتے ہیں: یہ غالباً حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتی، میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے شیخ اور سلسلۂ صابریہ امدادیہ کے رکنِ رکین ہیں، مایار کی اس لڑائی کے بعد سید احمد شہیدؒ، ۲۴ / ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔

تحریکِ جہاد اس کے بعد مختلف ادوار سے گذری، اور ۱۲۵۰ھ میں شاہ رفیع الدینؒ کے نواسے سید نصیر الدینؒ کو دوبارہ سرحد بھیجا گیا، تاکہ منتشر مجاہدین کو جمع کر کے تحریک کو دوبارہ زندہ کیا جائے، اور ستھانہ مقام پر ۱۸ / شعبان ۱۲۵۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اور سرگذشت مجاہدین (۴/ ۲۶۴) میں جناب غلام رسول مہر کے لکھنے کے مطابق: ''سید نصیر الدینؒ کے بعد حاجی سید عبدالرحیم جماعتِ مجاہدین کے امیر بنے۔۔۔ ممکن ہے یہی سید عبدالرحیم ولایتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوں۔۔۔میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ان کی امارت کا زمانہ رجب ۱۲۵۶ھ سے ربیع الآخر ۱۲۵۷ھ تک کا ہے۔ یہ جماعت اس وقت ستھانہ میں تھی اور دریائے سندھ کی طغیانی میں ستھانہ برباد ہوگیا، اس بستی میں زندوں کے مکانات یا مردوں کی قبروں کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔''

اکثر حضرات نے حضرت حاجی صاحب کے متعلق بالاکوٹ میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ شہید ہونے کا ذکر فرمایا ہے، مگر سابقہ تفصیل سے واضح ہے کہ حاجی عبد الرحیم صاحبؒ یا تو معرکۂ بالاکوٹ سے پہلے مایار میں یا بالاکوٹ کے بعد ستھانہ کے سیلاب میں شہید ہوئے ہیں۔ بالاکوٹ میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ ان کی شہادت نہیں ہوئی۔

تاریخِ مشائخ چشت میں حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں: کسی نے شاہ عبد الرحیم صاحبؒ سے دریافت کیا کہ آپ تو کمالِ باطن میں سید صاحبؒ سے گھٹے ہوئے نہیں ہیں بلکہ بڑھے ہوئے ہیں، پھر آپ سید صاحب پر اس درجہ کیوں مٹ گئے کہ آپ بھی مرید ہوئے اور اپنے مریدوں کو بھی ان سے مرید کروایا؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب کچھ ہے، مگر ہم کو نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا نہیں آتا تھا، سید صاحب کی برکت سے نماز پڑھنی بھی آگئی اور روزہ رکھنا بھی آگیا۔

(۳۷) حضرت شیخ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نجیب الطرفین، علوی والدین کے عالی مقام فرزند؛ نور محمد بن جمال محمد ۱۲۰۱ھ ۱۷۸۶ء میں بہ مقام جھنجھانہ پیدا ہوئے۔ اپنی حالت کا نہایت اِخفا فرماتے تھے، تھانہ بھون کے قریب لوہاری میں مکتب میں بچوں کو قرآن پڑھاتے تھے، اتباع سنت میں کمال درجہ رکھتے تھے، حتیٰ کہ تیس سال تک تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ابتدائی تعلیم وطن کے علما سے حاصل کر کے دہلی تشریف لائے، مسجدِ زینت المساجد کے قریب پیپل والی مسجد میں مقیم ہوئے اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاندانی مدرسہ ''مدرسہ رحیمیہ'' میں شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ اسحاق صاحبؒ وغیرہم سے حصول تعلیم کا آغاز فرمایا، امیر الروایت کے مطابق میرے استاذ میاں جی محمدی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے مولانا شاہ اسحاق صاحبؒ سے کافیہ شروع کی اور سید صاحب (سید احمد شہیدؒ) جب تشریف لائے، تو انہوں نے شاہ اسحاق صاحبؒ سے میزان شروع کی، اور اتنی جلدی ترقی شروع کی کہ نصف سے آگے مجھے کافیہ میں پکڑ لیا اور کافیہ پڑھتے ہوئے انہوں نے مشکوۃ بھی شاہ صاحبؒ سے شروع کر دی، اور کوئی کتاب مولوی اسماعیل صاحب بھی پڑھتے تھے۔

یہاں تعلیم مکمل ہوا اس سے قبل ہی وطن مراجعت کرنی پڑی اور کچھ عرصے کے بعد لوہاری میں بچوں کو قرآن پاک اور فارسی پڑھانے کی ملازمت اختیار کی۔

حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتی صاحبؒ کے قدیم رفیق اخوند جان محمد لوہاری میں مقیم تھے، اور حاجی صاحب گاہ بہ گاہ ان سے ملنے لوہاری تشریف لاتے تھے، میاں جی نور محمد صاحبؒ کو ان ہی میں اپنا گوہرِ مقصود نظر آ گیا اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں ان سے بیعت ہو گئے۔ بعض تذکرہ نویسوں کے مطابق اس سے قبل حضرت میاں جیؒ سلسلۂ قادریہ میں شاہ غلام علی سے بیعت ہوئے تھے مگر تکمیل سے قبل ہی شاہ غلام علیؒ کا انتقال ہو گیا، اور بعض کے مطابق اس سے قبل حضرت احسان علی شاہؒ سے بیعت ہوئے تھے، جن کا مزار انبالہ میں ہے۔

سید حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ نے جب سہارنپور میں سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت جہاد فرمائی، تو میاں جی نور محمدؒ کو بھی بلوا کر اپنے سامنے سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کروایا اور خلافت سے بھی نوازا تھا۔ یہیں سے حضرت حاجی عبدالرحیم صاحبؒ اور میاں جی نور محمد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صاحبؒ؛ دونوں حضرت سید احمد شہیدؒ کے شریکِ قافلہ ہو گئے، مگر بعد میں حضرت سید احمد شہیدؒ نے میاں جی نور محمدؒ کو وطن واپس فرما دیا۔

آپؒ خود کو مخفی رکھتے تھے، لوہاری میں بچوں کی تعلیم میں خود کو مشغول رکھنا بھی اپنی اصلی حالت چھپانے کا ذریعے ہی تھا، مگر میاں جیؒ نے اپنے آپ کو جتنا زیادہ پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی بیعت نے ان کے جلووں کو اتنا ہی زیادہ عام کر دیا۔ (حضرت حاجی صاحبؒ کی بیعت کا تفصیلی قصہ آگے آرہا ہے۔)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ایک دن بعد نماز جمعہ میرے حضرت لوگوں کو وصیتیں فرمانے لگے، لوگوں نے سمجھا کہ سفر آخرت ہے، عرض کیا کہ حضرت ہم تو سمجھتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت ہے، جب چاہیں گے مستفیض ہو جائیں گے، ارشاد فرمایا: میرے بہت سے احباب تمہارے پاس موجود ہیں، ان کو میرا قائم مقام سمجھو، حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ کو تو حضرت نے مجمع عام میں اپنا خلیفہ بنایا اور ضمناً ہم لوگوں کو بھی مجاز کیا۔ بالآخر ۵۸ رسال کی عمر میں ۴ / رمضان المبارک ۱۲۵۹ھ جمعہ کے روز آپؒ نے انتقال فرمایا۔ اور حسب وصیت امام ناصر الدین محمود شہید سبزواری کے احاطے میں آپؒ کو دفن کیا گیا۔

حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کا ارشاد ہے کہ جو حالت منصور پر کچھ مدت کے لیے آئی تھی، جس میں وہ انا الحق کہہ اٹھے تھے یہی کیفیت حضرت میاں جی نور محمد صاحب پر چھ ماہ تک مسلسل رہی، لیکن کسی کو خبر تک نہ ہونے دی، برابر بچوں کی تعلیم میں مشغول رہے۔

کسی شخص نے خوش گلو نعت خواں شخص کی نعت سننے پر اصرار کیا تو فرمایا کہ غنا بلا مزامیر میں بھی علما کا اختلاف ہے اور مجھے لوگ کبھی نماز میں امام بنا دیتے ہیں، اس لیے اس کا سننا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

خلاف احتیاط ہے۔

حضرت میاں جی صاحب نوراللہ مرقدہ کی ذات سرچشمۂ فیضان وعرفان ہونے کا اندازہ صرف اسی چیز سے ہوسکتا ہے کہ آپ کے خلفا اپنے وقت کے آفتاب وماہتاب تھے۔اعلی حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ ،حضرت حافظ ضامن شہیدؒ ،حضرت مولانا شیخ محمد صاحب فاروقیؒ تھانویؒ وغیرہم آپ کے خلفا ہیں۔

(۳۸) حضرت حاجی امداداللہ تھانوی مہاجر مکی رحمہ اللہ

اعلی حضرت ،فخر مشائخ ،شیخ العرب والعجم ،منبع الفیوض والحکم ،مخزن الحقائق ،مجمع الدقائق مرشد العلماء ، سید العارفین ، حجۃ اللہ فی زمانہ وآیۃ اللہ فی اوانہ ، حضرت حاجی صاحب چہارشنبہ ۲۲ /صفر المظفر ۱۲۳۳ھ/۳۱ دسمبر ۱۸۱۷ء کو اپنے ننھیال (نانوتہ) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے اپنے اس تیسرے فرزند کا نام امداد حسین رکھا تھا ،جسے بعد میں حضرت شاہ محمد اسحق دہلویؒ نے تبدیل کر کے امداد اللہ تجویز فرمایا۔دو بڑے بھائی ذوالفقار علی اور فدا حسین تھے،ایک بھائی بہادر علی اور ایک ہمشیرہ وزیرۃ النساء ان سے چھوٹی تھیں۔

آپ کا آبائی وطن تھانہ بھون ضلع شاملی ،اتر پردیش ہے۔والد کا نام حافظ محمد امین اور والدہ حضرت بی بی حسینی بنت شیخ علی محمد صدیقی ہیں۔نسب مبارک ددھیال کی طرف سے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے اور ننھیال کی جانب سے امیر المؤمنین اول حضرت ابوبکر صدیقؓ پر منتہی ہوتا ہے۔

تنبیہ: عموماً آپ کے نسب میں ، بلکہ دیگر فاروقی حضرات کے نسب میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا واسطہ بھی ذکر کیا جاتا ہے؛ جو درست نہیں، کیوں کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فاروقی النسب نہیں تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تین سال کی عمر تھی، جب سید احمد شہیدؒ نے ''تحریک جہاد'' کے سلسلے میں علاقے کا دورہ فرمایا، اس وقت یہ طفلِ ہوشمند آپ کی آغوش میں دیا گیا اور آپؒ نے بیعتِ تبرک سے نوازا۔ سات برس کی عمر میں والدہ ماجدہ نے وفات پائی، اور از راہِ شفقت وصیت فرمائی کہ اس تیسرے بچے پر سختی اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے، تعلیم کے لیے بھی نہ مارا جائے۔ اس وصیت پر اس قدر اہتمام یا مبالغے سے عمل کیا گیا کہ تعلیم کی طرف کچھ توجہ اور التفات نہ ہوا۔ البتہ باوجود عدمِ توجہ اور مطلق العنانی، کبھی ناجائز لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوئے۔

عربی، فارسی کی کچھ درسی کتابیں وطن میں پڑھیں، مگر تعلیم مکمل نہ ہوئی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی ذات میں علم لدنی کا جمال دکھانا تھا۔ حفظ قرآن اپنے شوق سے شروع کر دیا تھا، جو رفتہ رفتہ پہلے سفر حج کے موقع پر مکۃ المکرمہ میں مکمل ہوا۔ ۱۶ رسال کی عمر میں مولانا مملوک علیؒ کے ہمراہ دہلی آئے اور کچھ کتابیں یہاں پڑھیں۔ رسالہ تکمیل الایمان مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا درس مولانا رحمت علی تھانوی سے پڑھا، حصنِ حصین وفقہ اکبر مولانا عبدالرحیم نانوتویؒ سے، اور مثنوی شریف مولانا عبدالرزاق جھنجھانوی اور مولانا ابوالحسن کاندھلوی سے پڑھی۔ گلستانِ سعدی کا درس مولانا مملوک علیؒ کے ایماء پر حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے پاس شروع کیا اور مقدمہ اور ایک باب اور بوستاں کا ایک باب وغیرہ ان سے پڑھا۔ اٹھارہ انیس سال کی عمر میں حدیث شریف کا شوق ہوا، تو مشکوٰۃ شریف کا ایک چوتھائی حصہ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادیؒ سے پڑھا، کافیہ بھی ان سے پڑھی۔ یہی آپ کا کتابی علم تھا، مگر قرآنی آیات، احادیث، مثنوی مولانا روم کے اشعار اور وحدت الوجود کے مسائل کی تشریح، نیز سلوک کی اصطلاحوں کی وضاحت میں ایسے لطیف نکتے بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے عالموں کو حیرت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا قاسم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نانوتویؒ کے سامنے کسی نے کہا کہ حاجی صاحب تو عالم نہ تھے، آپؒ نے فرمایا کہ عالم کیا ہوتا ہے، وہ تو عالم گر تھے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ فرماتے: حضرت حاجی صاحبؒ کا کوئی تقویٰ کی وجہ سے معتقد، کوئی کرامت کی وجہ سے، میں حضرت کے علم کی وجہ سے معتقد ہوا ہوں۔

تکمیلِ تعلیم سے قبل ہی طبیعت تصوف وسلوک کی طرف مائل ہوئی، بقول حضرت حاجی صاحبؒ: ''درود و وظائف کا شوق ہوا تو شاہ نصیر الدین نقشبندیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی'' حضرت شاہ نصیر الدینؒ، شاہ محمد آفاق مجددی نقشبندیؒ کے خلیفہ تھے اور شاہ آفاقؒ، شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے شاگرد، داماد اور خلیفہ تھے۔ حاجی صاحبؒ چند دن تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر اجازت وخرقہ سے مشرف ہوئے۔ امداد المشتاق میں ہے کہ خلافت کے بعد مولانا محمد قلندر جلال آبادیؒ کے پاس مشکوۃ شریف کا ایک ربع قراءۃ پڑھا اور مولانا عبد الرحیم نانوتویؒ سے حصن حصین اور فقہ اکبر قراءۃ اخذ فرمایا۔

اب مثنوی کا مطالعہ آپؒ نے معمول بنالیا تھا، جس کے سبب شوق واضطراب اور جوش و ولولہ زور پر تھا، روحانی تشنگی اور سیرِ سلوک کا تقاضا بھی طبیعت میں روز افزوں تھا، اسی درمیان خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی مجلسِ مبارک میں پہنچے ہوئے ہیں، مگر رعب ایسا غالب ہے کہ قدم نہیں اٹھ رہے ہیں، اس وقت آپ کے جد امجد حافظ بلاقی صاحب تشریف لائے، اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آں حضرت ﷺ کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا۔ خدمتِ نبوی میں اس وقت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ بھی حاضر تھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حاجی صاحب کو ان کے حوالے کر دیا۔ اس وقت تک آپؒ نے میاں جی نور محمدؒ کو دیکھا تھا، نہ کوئی تعارف تھا۔ کئی سال تک اسی کش مکش میں رہے کہ وہ شخصیت کون تھی جس سے بیعت ہونے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کا خواب میں اشارہ ملا تھا؟ حضرت حاجی صاحبؒ کا اضطرار دیکھ کر ایک مرتبہ آپ کے استاذ حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادیؒ نے فرمایا کہ لوہاری جا کر حضرت میاں جیو صاحب (میاں جی نور محمد صاحبؒ) سے ملاقات کرو، شاید مقصودِ دلی کو پہنچو اور اس حیص بیص سے نجات پاؤ۔ چناں چہ آپ پیدل ہی لوہاری روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر جیسے ہی حضرت میاں جیؒ کے چہرے پر نظر پڑی خواب میں دیکھی ہوئی نورانی صورت کو پہچان لیا اور از خود رفتہ ہو کر قدموں میں گر پڑے۔ حضرت میاں جیؒ نے آپ کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور فرمایا کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق و یقین ہے، حاجی صاحبؒ نے یہ کراماتی ارشاد سنا تو دل مزید مطمئن ہو گیا اور دست و دل پیر و مرشد کے ہاتھوں میں دے کر حلقہ نشین ہو گئے۔ کچھ ہی دنوں میں خلافت تامہ اور اجازتِ خاصہ سے نوازے گئے۔ اجازت کے بعد حضرت میاں جیؒ نے دریافت فرمایا کہ کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا؟ جس کی رغبت ہو تم کو بخشوں؟ آپ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ محبوبِ حقیقی کی خواہش ہے، دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے۔ پیر و مرشد نے یہ جواب سنا تو علو ہمتی پر آفرین فرمائی اور بغل گیر فرما کر بے حد دعاؤں سے نوازا۔

اس کے کچھ ہی عرصے بعد حضرت میاں جیؒ کا چہار شنبہ ۴ / رمضان ۱۲۵۹ھ - ۲۷ / ستمبر ۱۸۴۳ء کو انتقال ہو گیا۔ میاں جی نور محمدؒ کے انتقال کے بعد آپ غلبۂ وحشت میں آبادی سے دور ویرانوں میں رہنے لگے، اور مجاہدات، انکشافات اور بشارتوں سے بہرہ ور ہوئے۔ تقریباً چھ ماہ صحرا نوردی کے بعد زیارتِ نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے اور حاضری کے حکم سے نوازے گئے۔

حاضری کا حکم پا کر حجاز کو روانہ ہو گئے، آپ کے بھائی اور اعزہ نے قدرے زادِ راہ کا انتظام فرمایا تھا وہی کل سامانِ سفر تھا۔ حج سے فراغت کے بعد حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وغیرہ سے کسب فیض فرمایا، حضرت شاہ صاحبؒ نے اس وقت واپس ہونے اور انقطاعِ تعلقات کے بعد پھر آکر قیام کا مشورہ دیا۔ یہاں سے مولانا سید قدرت اللہ بنارسیؒ کے بدوی مریدوں کی نگرانی میں مدینہ منورہ پہنچے۔ یہاں ایک مرتبہ ریاض الجنۃ میں مراقبہ کے دوران زیارتِ اقدس سے مشرف ہوئے اور جناب نبی کریم ﷺ کی جانب سے عمامہ سر پر رکھا گیا۔ اسی سفر میں حضرت خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ کے خاندان کے ایک بزرگ: زید زین الدینؒ سے حزب البحر کی اجازت بھی حاصل فرمائی۔ (امداد المشتاق:۱۹)

ہندوستان واپسی کے بعد طالبین کے اصرار پر بیعت لینا شروع فرمایا، ابھی چند اشخاص بیعت ہوئے تھے کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں، اس درمیان جناب رسالت مآب ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ! امداد اللہ کے مہمان علما ہیں، ان کا کھانا میں پکاؤں گا، چناں چہ اس کے بعد آپؐ کی جانب علماءِ کرام کا رجوعِ عام شروع ہوا اور سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بیعت ہوئے، اس کے کچھ دنوں بعد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بیعت ہوئے۔ اس کے بعد دیگر کبارِ علما بیعت ہوئے۔ اس دوران تھانہ بھون پیر محمد والی مسجد میں ہی قیام تھا، البتہ کبھی سفر فرماتے مشائخ کے مزارات پر تشریف لے جاتے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے دورانِ تعلیم دہلی میں تحریکِ سید احمد شہیدؒ کے غلغلے کو دیکھا تھا، آپ کے پہلے پیر و مرشد تو براہِ راست شریک جہاد ہوئے تھے، اس لیے جب ۱۸۵۷ء - ۱۲۷۳ھ میں علمِ بغاوت بلند ہوا اور بعد رمضان اس کی اطلاع پہنچی، تو فوری طور پر مشورہ ہوا، تھانہ بھون کو مرکز قرار دیا گیا، حضرت حاجی صاحب امیر متعین ہوئے اور جہاد کا آغاز کر دیا گیا۔ تھانہ بھون اور اطراف سے انگریز سپاہیوں کو بھگا دیا گیا، سہارنپور سے شاملی بھیجا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جانے والا توپ خانہ حضرت گنگوہیؒ کی قیادت میں لوٹ لیا، پھر شاملی پر چڑھائی کی گئی اور وہاں موجود سپاہیوں کو تہِ تیغ کر کے تھانہ بھون واپس ہوئے، اسی موقع پر حضرت حافظ ضامنؒ شہید ہوئے۔ انگریز نے انتقاماً تھانہ بھون پر چڑھائی کی، پہلی مرتبہ انگریز بڑا نقصان اٹھا کر واپس ہوا، البتہ دوسری بار پورا تھانہ بھون برباد کر دیا، حضرت حاجی صاحب، اہل خانہ اور دیگر مجاہدین بسلامت باہر نکل چکے تھے؛ لیکن اب حالات بدل چکے تھے، اب تک بغاوت میں ہر طرف سے انگریز کی ناکامی کی خبریں آ رہی تھیں، اب ہر طرف سے انگریز کی فتح اور تسلط کی خبریں آنے لگیں۔ تمام علاقوں پر اقتدار بحال کر کے باغیوں کی گرفتاری اور قتل و پھانسی کا حکم عام تھا۔ چناں چہ حاجی صاحبؒ روپوش ہو گئے، اور تقریباً ڈیڑھ سال انبالہ، پنج لاسہ، مظفر پور، سہارنپور وغیرہ اضلاع میں گذار کر ۱۲۷۶ھ میں ہجرت کے ارادے سے سفر شروع فرمایا۔

روپوشی کے زمانے میں کیا کیا کرامات صادر ہوئیں، کراماتِ امدادیہ، کمالات امدادیہ اور شمائم امدادیہ، مصنفہ: حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ براہِ پنجاب، حیدر آباد، سندھ، کراچی بندرگاہ سے مکہ مکرمہ پہنچے، اور جبل صفا پر سیٹھ اسماعیل کی رباط میں قیام فرمایا۔ اسی زمانے میں (۲۱ / رمضان ۱۲۸۲ھ) ۴۸ رسال کی عمر میں اشارۂ غیبی پا کر نکاح کی سنت ادا فرمائی، یکسوئی کے غلبے کے سبب اب تک اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔ دوسرا نکاح زوجۂ اول کی وفات کے بعد ۱۳۰۸ھ میں فرمایا۔ اس کے بعد تیسرا نکاح بھی فرمایا تھا، البتہ حاجی صاحب کے لیے اللہ تعالیٰ نے روحانی اولاد ہی مقدر فرمائی تھی، چناں چہ آپؒ نے کوئی نسبی اولاد نہیں چھوڑی۔ ۱۲۹۴ھ میں بعض خدام نے باصرار ایک مکان حارۃ الباب میں خرید کر پیش کیا تو مجبوراً قبول فرما کر اس میں سکونت پذیر ہوئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت حاجی صاحب خلقۃً ہی ضعیف نحیف اور خفیف اللحم تھے، اس پر مجاہدات، ریاضات، تقلیلِ طعام ومنام اور ان سب کے ساتھ سوزِ عشق نے بدن کو ایسا گھلا دیا کہ آخر زمانے میں کروٹ بھی بدلنی دشوار ہوگئی تھی۔ ۱۳۱۷ھ میں پیچش کا عارضہ لاحق ہوا، جس سے شفا تو ہوگئی، مگر نقاہت اور بڑھ گئی، حرم شریف کی حاضری بھی دشوار ہوگئی، اور مدرسہ صولتیہ کے سامنے مسجد میں نماز ادا فرمانے لگے۔

آخری وقت کی کیفیت یہ تھی کہ بارہویں تاریخ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ بعد نمازِ ظہر حضرتؒ تلاوت میں مشغول ہوئے، نہایت فصاحت سے اول: فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (الاعراف:۳۴) بعد ازاں آخری آیات سورۂ حشر دیر تک پڑھیں، اسی طرح دن گذرا۔ رات کو سب اخوان حاضر ہوئے تو وصیت کا اعادہ فرما کر مستغرق ہوئے، بہت دیر کے بعد فرمایا: اللہ واجد کو سب معلوم ہے۔ پھر پڑھا: **وحدہ لا شریک لہ و أشھد أن محمدا عبدہ و رسولہ**، پھر مشغول إلی اللہ ہوگئے۔ وقت وصال قریب ہوا تو فرمایا: حسن خاتمہ کے واسطے دعا کرو۔ قریب دو بجے رات کے کروٹ بدلی اور پھر چت لیٹ کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ عمر شریف بہ حساب قمری ۸۴ رسال تین ماہ، ۲۳ یوم ہوئی۔ ترکے میں ایک عصا، تین تکیے، دو جوڑے سردی کے، دو گرمی کے، سب ملا کر ستر ریال کا سامان چھوڑا۔

خلفاء: اس دربارِ گہربار سے جن نفوسِ قدسیہ کو اجازت وخلافت کا شرف ملا، ان میں قابل ذکر افراد یہ ہیں: امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہویؒ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مولانا محی الدین صاحب خاطر، مولانا جلیل احمد صاحبؒ، حاجی سید محمد صاحب دیوبندیؒ، مولانا منظور احمد صاحبؒ، مولانا نور محمد صاحبؒ، مولانا عبدالواحد صاحب بنگالیؒ؛ وغیرہم۔

تصانیف: حاشیہ مثنوی مولانا روم، غذائے روح، جہادِ اکبر۔ مثنوی تحفۃ العشاق، رسالہ دردِ غمناک، ارشادِ مرشد، ضیاء القلوب، وحدۃ الوجود، فیصلہ ہفت مسئلہ، گلزارِ معرفت۔

(۳۹) حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

شجرۂ چشیہ کے دو نامور بزرگ شیخ عبدالقدوسؒ اور شاہ ابوسعیدؒ کا وطن قصبہ گنگوہ اولیاء اللہ بزرگان دین اور شرفاء کی آبادی کے لیے مشہور ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں: حضرت امام ربانی، جامع شریعت وطریقت، عاشق نبی، متبع سنت، جامع شریعت اور سندان عشق دونوں کے مالک؛ مولانا رشید احمد صاحب؛ وہ تیسری ہستی ہے جن کے نور سے یہ قصبہ منور ہے۔ ۶/ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء بہ روز دوشنبہ محلہ سرائے پیرزادگان میں مولانا ہدایت احمد کے گھر آپؒ کی ولادت ہوئی، والد ماجد شاہ غلام علی مجددیؒ کے خلیفہ تھے، نیز والدین میں ہر ایک نسباً ایوبی انصاری ہونے کے سبب آپؒ اس سعادت سے بھی مشرف تھے۔ سات سال کی عمر ہی میں والد صاحب کا بعمر ۳۵/ سالہ انتقال ہوا، تو اس کے بعد دادا پیر بخشؒ نے کفالت فرمائی اور ان کے وصال کے بعد نانہال میں تربیت پائی۔

اولاً اپنے نانہالی عزیز میاں جی قطب بخش گنگوہیؒ کے پاس تعلیم کا آغاز ہوا، فارسی تعلیم اپنے منجھلے ماموں مولوی محمد تقی سے مکمل فرما کر عربی کی ابتدائی کتب مولانا محمد بخش رامپوی سے پڑھیں، پھر ان ہی کے ترغیب دینے پر ۱۲۶۱ھ میں ۱۷/ سال کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے، یہاں مختلف اساتذہ کے درس کا رنگ دیکھا؛ لیکن تسکین نہیں پائی، آخرش مولانا مملوک علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی زمانے میں مولانا قاسم نانوتویؒ بھی مولانا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مملوک علی کے یہاں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ علوم عقلیہ میں آپ کے دوسرے استاذ مولانا مفتی صدر الدین آزردہ صاحب تھے، قاضی احمد الدین سے بھی آپ کو شرف تلمذ تھا، علمِ حدیث حضرت مولانا الحاج شاہ عبد الغنی مہاجر مدنی مجددی نقشبندی سے حاصل فرمایا اور ایسے انہماک اور مشغولی کے ساتھ کتابیں پڑھیں کہ کھانا پینا اور سونے کی جملہ ضروریات میں صرف سات گھنٹے خرچ ہوتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپؒ کو پڑھنے اور پڑھانے دونوں کا شوق تھا اور فارغ اوقات کو پڑھانے میں استعمال فرماتے تھے، اس زمانے میں آپ سے تعلیم پانے والی پہلی جماعت میں دار العلوم دیوبند کے اولین مدرس ملا محمود دیوبندی شریک تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد وطن واپسی ہوئی اور اکیس سال کی عمر میں ماموں زاد بہن خدیجہ خاتون سے عقدِ نکاح ہوا۔

زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت حاجی امداد اللہؒ سے مختلف طریقوں سے تعلقِ خاطر پیدا ہو گیا تھا، پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب مولانا مملوک علیؒ کے پاس سُلّم کا درس چل رہا تھا اور استاذ کی مشغولی کے سبب ہفتے میں فقط دو دن سبق کی ترتیب بن پائی تھی، اس ملاقات کا حال خود بیان فرماتے ہیں: ایک مرتبہ سلم کا سبق ہو رہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آموجود ہوئے، ان کے آتے ہی حضرت مع تمام خدام کھڑے ہو گئے اور بڑا اعزاز و اکرام کیا اور فرمایا: لو بھائی حاجی صاحب آ گئے! حاجی صاحب آ گئے! اور پھر حضرت استاذ نے مخاطب ہو کر فرمایا: لو میاں رشید! اب سبق پھر ہوگا، مجھے سبق کا بہت افسوس ہوا اور میں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے کہا: بھئی یہ اچھا حاجی آیا! ہمارا سبق ہی گیا!!! مولوی محمد قاسم نے کہا: ایسی بات مت کہو، یہ بزرگ ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہی حاجی ہمیں مونڈ دیں گے۔ ارواحِ ثلاثہ میں ہے کہ اس زمانے میں حصولِ علمِ حدیث

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے سبب بارہا حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ سے آپ نے بیعت کا ارادہ ظاہر فرمایا مگر ہر مرتبہ حضرت نانوتویؒ فرماتے کہ بیعت تو حضرتِ امداد ہی سے کریں گے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد بھی حضرت گنگوہیؒ اور حاجی صاحب کے درمیان دہلی اور تھانہ بھون میں ملاقات ہوتی رہی اور تعلقات میں خلوص وعقیدت بڑھتی رہی، تا آں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کا وقت آ پہنچا۔ قصہ یہ پیش آیا کہ حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ نے ایک تحریر میں روضۂ اقدس ﷺ میں موجود ایک خالی جگہ میں حضرت عیسیٰؑ کی تدفین ہونے کو امر قطعی قرار دیا تھا، حضرت گنگوہیؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ اس مسئلے کا سارا مدار اخبارِ آحاد پر ہے، جن سے قطعیت کا ثبوت دشوار ہے۔ خط وکتابت کے دوران حضرت گنگوہیؒ نے چاہا کہ براہِ راست علمی گفتگو ہوجائے اس لیے تھانہ بھون روانہ ہوئے، یہاں اولاً حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی، مقصدِ سفر معلوم ہوا تو حاجی صاحبؒ نے حضرت شیخ محمد رحمہ اللہ سے علمی گفتگو کرنے سے بھی منع فرمادیا، چناں چہ یہ ارادہ ترک کردیا، اسی دوران حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہونے کا تقاضا ہوا تو درخواست کر دی۔ حضرت حاجی صاحبؒ تحقیقِ طلب کی غرض سے تین دن تک انکار فرماتے رہے اور آخر کار حافظ ضامن شہیدؒ کی سفارش پر سلاسلِ اربعہ میں بیعت فرمایا۔

حضرت گنگوہیؒ سب سے پہلے عالم ہیں جو حضرت حاجی صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، اور اس کے بعد یہ سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ قریب سات سو آٹھ سو علما حاجی صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

سوانحات میں عموماً یہی درج ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر اولاً حضرت گنگوہیؒ بیعت ہوئے اور اس کے بعد حضرت نانوتویؒ بیعت ہوئے، جب کہ حضرت مولانا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نور الحسن راشد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم نے ''باقیات فتاویٰ رشیدیہ'' کے مقدمے میں بحوالہ تذکرۃ الرشید لکھا ہے کہ حضرت نانوتویؒ ہی پہلے بیعت ہوئے تھے۔(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۸۴)

یہاں آپ تقریباً بیالیس روز مقیم رہے، اجازت خلافت سے سرفراز ہوکر گنگوہ واپس ہوئے، یہاں آکر اپنی عبادت و ریاضت کے لیے اسی حجرے کو پسند کیا جو کبھی شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کی خلوت گاہ ہوا کرتا تھا۔اجازت وخلافت مل جانے کے بعد گریہ وزاری میں بہت اضافہ ہوگیا، تمام رات رونے میں گذر جاتی۔مسجد میں پہنچ کر ذکر بالجہر شروع فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے۔گنگوہ میں اولاً ایک خاتون نے بیعت کی درخواست کی ،اور حضرت حاجی صاحب کے حکم سے حضرتؒ نے انہیں بیعت فرمایا، اس کے بعد باقاعدہ بیعت کا آغاز ہوا اور علما میں سب سے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور مولانا صدیق احمدؒ آپ کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے۔

آپؒ نے گھریلو ذمہ داریوں کے نباہ کے لیے مناسب ذریعۂ معاش بھی اختیار فرمائے، ابتداءً دس روپیہ ماہوار پر نواب شائستہ خان رئیس سہارنپور کے بچوں کو پڑھانے کی ذمہ داری قبول فرمائی، مگر چھ ماہ بعد یہ سلسلہ بند ہوگیا، اس کے بعد مطب کا سلسلہ شروع فرمایا اور بہت جلد اپنی خداداد صلاحیتوں کے طفیل اطراف و جوانب میں فنِ حکمت کے مشہور افراد میں شمار ہونے لگے، کچھ مدت بعد اس کام کو بھی چھوڑ کر کاملاً متوکل بن گئے۔

حضرت گنگوہیؒ بھی اپنے اکابرین کی طرح اپنے دور کے سیاسی اور سماجی حالات میں اپنی ذمہ داریوں کا ادراک رکھتے ہوئے کبھی اس سے غافل نہیں رہے، جہادِ آزادی میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک معتمد سپاہی کے طور پر شریکِ جہاد رہے، حاجی صاحبؒ نے بھی آپ کی صلاحیتوں کو خوب استعمال فرمایا، چناں چہ ایک موقع پر شاملی جانے والے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

انگریز توپ خانے پر حملہ کرنے والی مہم کے ذمہ دار بھی آپؒ کو مامور فرمایا تھا۔ انقلاب کی ناکامی کے بعد گرفتاریوں کا دور شروع ہوا تو انگریزوں نے آپ کی گرفتاری اور تلاش کے لیے گنگوہ میں بڑا ہنگامہ کیا اور آپ کے ہم شکل آپؒ ہی کے ماموں زاد بھائی مولوی ابوالنصر کو گرفتار کرلیا، پھر جب حقیقت واضح ہوئی تو انہیں چھوڑ کر دوبارہ آپؒ کی تلاش شروع ہوئی، آخر کار رامپور میں حکیم ضیاء الدینؒ کے مکان پر ہونے کی کسی نے مخبری کر دی تو وہاں سے گرفتار کر کے اولاً سہارنپور اور بعدہ مظفر نگر جیل منتقل کیا گیا۔ شاملی کی جنگ میں شرکت کے علاوہ سرکاری رائفل لوٹنے کا بھی سنگین الزام تھا، آپؒ تفتیش میں ہر بار انکار کرتے رہے، حکومت نے بھی شواہد وثبوت فراہم کرنے کی بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی؛ چناں چہ عدالتی شنوائی کے موقع پر آپ کے ماموں مولانا محمد شفیع صاحب نے ضمانت کی درخواست پیش کی، حاکم نے تین سال کی تین ہزار کی تین الگ الگ ضمانتیں طلب کیں؛ مگر جب ضمانتیں پیش کی گئیں تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ تینوں باشندے گنگوہ کے نہیں، البتہ اس کے ایک ماہ کے بعد ہی آپؒ کی رہائی ہوگئی۔

رہائی کے بعد آپؒ مکمل طور پر سلوک وتصوف اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے، اس کے در پردہ بھی ایک مقصد انگریز کے خلاف لڑنے والے رجالِ کار کی تلاش وتربیت تھی، پھر دار العلوم اور مظاہر علوم کا قیام عمل میں آیا تو ہر دو اداروں کی ترقی وتعاون کی مساعی میں بھی پیش پیش رہے۔

۱۲۸۰ھ میں ڈپٹی عبدالحق رامپوری صاحب نے اپنے سفر حج کے موقع پر حضرتؒ سے ہمراہ چلنے کی درخواست کی تو نہایت خوشی سے منظور فرمائی، اس سفر میں حکیم ضیاء الدین صاحب، حافظ وحید الدین صاحب، حاجی علاء الدین صاحب، حاجی محمد یوسف صاحب اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آپؒ کے ماموں زاد بھائی مولانا ابوالنصر صاحب بھی ساتھ تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ہندوستان سے مکہ مکرمہ کے ہجرت کر جانے کے بعد اب یہ پہلی ملاقات تھی، حضرت حاجی صاحبؒ نے خوب شفقت کا اظہار فرمایا اور جب تک مکہ میں رہے اعلیٰ حضرت نے اپنے پاس ہی رکھا۔

اس سفر کے علاوہ حج کے دو سفر اور بھی ہوئے اور ۱۲۹۹ھ میں آخری سفر کے بعد یکسو ہو کر فقط درسِ حدیث میں مشغول ہو گئے، تذکرۃ الرشید میں درس کی کیفیت یوں مذکور ہے:

آپ کی تدریس میں ایسا محویت کا عالم ہوتا تھا کہ بے اختیار دل خواہش کرتا کہ کاش تقریر کا سلسلہ دیر تک ختم نہ ہو، تقریر ایسی سلیس اور عام فہم ہوتی تھی کہ پاس بیٹھے ہوئے عام لوگوں کی بھی حرفاً حرفاً سمجھ میں آتی۔ اسی خوبی کے سبب ہندوستان کے مختلف صوبوں اور افغانستان تک کے طلبہ یہاں آنے لگے۔ اس تعلیم ظاہری اور باطنی کا سلسلہ ۱۳۱۳ھ کے اخیر تک جاری رہا، ۱۳۱۴ھ کے اوائل میں بینائی جاتی رہی، تو علوم ظاہری کے اوقات بھی تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفوس میں صرف ہونے لگے۔

سماجی اور مذہبی برائیاں اور بدعات کو ختم کرنے کے لیے بھی آپؒ نے بڑی محنت فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ مسلکِ اعتدال یعنی مسلکِ دیوبند کے بانی اول اور سرپرست آپؒ ہی ہیں۔

۱۲ / جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء بہ روز پیر اولاً کسی جانور کے ڈنک مارنے سے تکلیف شروع ہوئی، یہ تکلیف بڑھتی رہی اور آخر کار ۸ یا ۹ / جمادی الآخرۃ ۱۳۲۳ھ ۱۱ / اگست ۱۹۰۵ء بہ روز جمعہ، جمعہ کی اذان کے وقت اس عالم سفلی سے الوداع فرمایا۔ ۷۸ رسال ۷ رماہ ۳ ردن کی عمر پائی اور مات لدیغاً کے مطابق مرتبۂ شہادت پایا۔ حضرت اقدس مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند نور اللہ مرقدہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تصانیف: امداد السلوک، ہدایۃ الشیعہ، زبدۃ المناسک، لطائف رشیدیہ، فتاویٰ میلاد و عرس، الحق الصریح فی اثبات التراویح، القطوف الدانیہ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ، ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی، فتاوی رشیدیہ؛ وغیرہ قابل ذکر تصانیف ہیں۔

اولاد: صاحب زادی صفیہ خاتون، ۱۲۷۴ھ، صاحب زادہ حکیم مسعود احمد ۱۲۷۸ھ، مولوی احمد مرحوم ۱۲۸۷ھ۔

خلفاء: حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبھٹویؒ، حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، وغیرہم آپ کے اجل خلفاء ہیں۔

(۴۰) حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ

حافظ القرآن والحدیث حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی بن شاہ قطب بن غلام محمد، سلسلہ اجداد سے ایوبی النسل ہیں، اور آپ کے جد رابع شاہ غلام محمد کا عقد سادات امبہٹہ میں سیدہ محفوظہ بنت شاہ نظام الدین سے ہوا، اور یہی تعلق آپ کے اجداد کے قیام وتوطن امبہٹہ کا سبب بھی تھا۔ اس سرزمین کو عربی النسل خاندانوں کی بود و باش کا فخر حاصل تھا اور صدیقی، فاروقی اور ایوبی شیوخ اس میں آباد ہوئے۔

حضرت قدس سرہ اواخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء؛ اپنی نانیہال قصبہ نانوتہ، ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی مبارک النساء حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ کی حقیقی بہن اور حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کی بیٹی تھیں۔

ظہیر الدین اور خلیل احمد دو نام آپؒ کے تجویز ہوئے، تفاؤلاً ''اللہ رکھا'' بھی آپ کا نام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پڑا، اور خوبصورتی کے سبب بعض عزیزوں نے آپ کا نام ''موتی'' بھی رکھا تھا۔

عمر کے پانچویں سال مکتب میں بٹھانا تجویز ہوا تو آپؒ کے نانا حضرت مولانا مملوک علیؒ نے تبرکاً بسم اللہ شریف پڑھا کر قاعدہ شروع کرا دیا۔

بہت جلد ناظرہ قرآن شریف ختم فرمایا اور اردو فارسی کی تعلیم امبہٹہ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے پائی، آپ کی والدہ جہاں جاتیں آپ ان کے ساتھ ہوتے اور وہیں کسی مکتب میں سلسلۂ تعلیم شروع فرما دیتے کہ وقت ضائع نہ ہو۔ بوستاں تک پہنچے تھے، اس درمیان آپ کے چچا مولوی انصار علی- جو ریاست گوالیار میں صدر الصدور تھے- وطن تشریف لائے تو اپنے ہمراہ گولیار لے گئے، اور خود عربی و دینیات پڑھائیں۔ کچھ عرصے بعد آپ کے والد ترک ملازمت کر کے وطن چلے آئے، تو آپ کو واپس بلا لیا اور اپنی نگرانی میں رکھ کر آپ کی تعلیم مولانا سخاوت علی صاحب کے حوالہ کر دی۔

اس درمیان بعض اعزہ کے اصرار سے آپ کو مع اپنے چچازاد بھائی مولانا صدیق احمد صاحب، قصبہ کے انگریزی اسکول میں داخل کر دیا گیا، چھ ماہ میں دونوں صاحبوں نے اتنی انگریزی پڑھ لی کہ دو سال سے پڑھنے والی جماعت کا مقابلہ کرنے لگے۔ آپؒ نے گو اپنے بزرگوں کی تعمیل میں انگریزی شروع کر دی تھی مگر دل اچاٹ رہتا تھا اور آپؒ خواہش مند تھے کہ کاش علوم دینیہ کی تعلیم کا کوئی بہترین انتظام ہو جائے۔

اتفاقاً ان ہی دنوں ۱۲۸۳ھ دار العلوم دیوبند کے قیام کی خبر آپ کو پہنچی اور یہ بھی سنا کہ اس کے صدر مدرس آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ہیں تو والدین سے اجازت لے کر دیوبند تشریف لائے، حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے آپ کے لیے کافیہ کا سبق تجویز فرما کر جماعتِ کافیہ میں شریک کر دیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دارالعلوم دیوبند سے چھ ماہ بعد رجب ۱۲۸۳ھ میں مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور کا افتتاح ہوا تو آپؒ سہارنپور چلے آئے، یہاں کافیہ اور شرح جامی کا کوئی سبق نہ تھا اس لیے آپؒ کو مختصر المعانی کی جماعت میں شریک کر دیا۔ جملہ علوم عالیہ و دینیہ مظاہر علوم میں پڑھے اور ۱۹ رسال کی عمر میں ۱۲۸۸ھ میں درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی اور اسی مدرسے میں تین روپے ماہانہ بہ طور معین مدرس مقرر ہوئے۔ معین مدرس کے طور پر تقرر کے باوجود ذوقِ عربیت نے آپ کو سفر پر مجبور کیا اور آپ نے لاہور پہنچ کر مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری کے پاس علوم ادبیہ کی تکمیل فرمائی۔

لاہور میں چند ماہ قیام کے بعد دیوبند تشریف لائے اور مولانا محمد یعقوب صاحب کے امتثالِ امر میں قاموس کا اردو ترجمہ کرنے کے لیے منصوری پہاڑ پر دس روپے مشاہرے پر تشریف لے گئے، وہاں دو تین ماہ قیام کی نوبت آئی تھی کہ منگلور کے مدرسہ عربیہ میں مدرس کی طلب ہوئی اور آپ کو صدر مدرس بنا کر وہاں بھیج دیا گیا۔ اسی زمانے میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے مشورہ اور سفارش سے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

۱۲۹۳ھ میں حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے بھوپال جانے کا حکم فرمایا، بھوپال ہی کے زمانۂ قیام میں حرمین کی حاضری کا شوق ہوا تو رخصت لے کر روانہ ہو گئے، مکہ مکرمہ میں سید الطائفہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی پہنچے اور انوارِ باطنیہ سے لطف اندوز ہوئے۔ ان دنوں مدینہ پاک کا راستہ پر امن نہ تھا، مگر آپؒ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ موت کا وقت مقدر ہے، اس راہ میں آجائے تو زہے نصیب، اگر موت کے ڈر سے مدینہ طیبہ کا سفر چھوڑ دوں تو مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا؟ چناں چہ اعلیٰ حضرت کی دعائیں لے کر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نکلے، بہ عافیت پہنچے، اور دو ہفتے قیام فرما کر بہ خیریت تمام وطن پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر بھوپال کا ارادہ ترک فرما دیا اور جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں سکندر آباد ضلع بلند شہر تشریف لے گئے اور وہاں عربی مدرسے میں تدریس میں مشغول ہوئے۔

سکندر آباد میں اہلِ بدعت کے عناد کے سبب حالات ناخوش گوار ہوئے تو آپ نے حضرت گنگوہیؒ سے واپسی کی اجازت چاہی، اولاً حضرت نے منع فرمایا، آخرش اجازت ہوئی تو واپس تشریف لے آئے، کچھ عرصے بعد حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کے پاس بھاولپور سے ایک قابل مدرس کی طلب پہنچی، تو قرعۂ فال آپؒ کے نام نکلا، چناں چہ آپؒ تیس روپے مشاہرہ پر بھاولپور تشریف لے گئے، یہیں سے ۲۴/شوال ۱۲۹۷ھ کے روز دوسرے سفرِ حج کے لیے روانہ ہوئے، اسی سفر سے واپسی کے وقت اعلیٰ حضرت نے اپنی دستارِ مبارک سر سے اتار کر آپ کے سر پر رکھی اور خلافت نامہ مزین بہ مہر آپ کے حوالے فرما کر رخصت کیا، ہندوستان پہنچ کر آپؒ نے دستار اور خلافت نامہ حضرت گنگوہیؒ کے سامنے رکھ دیے اور عرض کیا کہ میرے لیے تو وہی مبارک ہے جو آں حضرت کی طرف سے عطا ہو، امام ربانیؒ آپؒ کے حسنِ ادب سے بہت خوش ہوئے اور خلافت نامہ پر دستخط فرما کر مع دستار آپ کے حوالے فرما دیا۔ آپؒ نے کل سات حج فرمائے، اور مذکورہ بالا دو حج کے علاوہ بقیہ تمام حج سہارنپور سے ہوئے۔

بھاولپور میں حضرتؒ کا قیام گیارہ سال تک رہا، اس کے بعد بریلی تشریف لا کر چند سال یہاں قیام فرمایا۔ اس کے بعد ۱۳۰۸ھ میں مدرس دوم بن کر دارالعلوم دیوبند میں رونق افروز ہوئے، اور چھ سال وہاں قیام فرما کر آٹھ جمادی الثانیہ ۱۳۱۴ھ مظاہر علوم میں تشریف لائے، صدر مدرس ہوئے اور اور آخر عمر تک تقریباً ۳۰ سال یہیں رہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شادی اور اولاد: فراغت کے دوسرے سال ۱۲۸۹ھ میں آپ کا پہلا نکاح ہوا، ایک سال بعد محمد ابراہیم کی ولادت ہوئی، جو ۱۳۳۰ھ میں ۴۰ رسال کی عمر میں بے اولاد وفات پا گئے۔ پھر دو بیٹیاں ڈھائی ڈھائی سال کے وقفہ سے پیدا ہوئیں، مگر دوسری بیٹی کی ولادت کے تین دن بعد بیٹی اور ماں دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ۱۲۹۷ھ میں دوسرا نکاح امبہٹہ کی ایک بیوہ سے ہوا، جن سے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں، ایک بیٹی بچپن میں اور دو بیٹیاں شادی کے بعد شباب ہی میں انتقال کر گئیں۔

صورت وسیرت: حضرتؒ کو حق تعالیٰ نے حسنِ سیرت کے ساتھ بے نظیر حسن صورت بھی عطا فرمایا تھا، قد طول کی طرف مائل، سرخی مائل صاف رنگ، بدن دبلا چھریرا نہایت نرم، مصافحہ میں ہاتھ ریشمی کم خواب معلوم ہوتے اور معانقہ کرتے تو گویا نرم و نازک روئی نے چھاتی سے لگا لیا ہو۔ چہرہ بدر کی طرح چمکدار، خندہ پیشانی، ہونٹوں پر مسکان اور نہایت پیاری مردانہ آواز رکھتے تھے۔

حدیث و فقہ میں آپؒ کو تخصص تھا، نزہۃ الخواطر میں ہے کہ کبارِ مشائخ سے آپؒ کو اجازتِ حدیث حاصل تھی، شیخ محمد مظہر نانوتویؒ، شیخ عبد القیوم بڈھانوی، شیخ احمد دحلان مفتی الشافعیہ، شیخ عبد الغنی مجددیؒ، سید احمد برزنجیؒ وغیرہم۔ فن حدیث سے خصوصی شغل اور محبت کے پیش نظر آپؒ کی دلی اور دیرینہ تمنا تھی کہ ابوداود کی شرح لکھی جائے، چناں چہ ۱۳۳۵ھ میں اس کی ابتدا فرمائی، اس کام میں آپ کے شاگردِ خاص حضرت اقدس مولانا زکریاؒ آپ کے معاونِ خاص تھے، حتیٰ کہ آخری سفرِ حج ۱۳۴۵ھ میں تالیفِ شرح سے فارغ ہوئے اور اس کے کچھ ہی زمانے بعد آپؒ کی وفات ہوئی۔

معمولات کے بڑے پابند اور سنت کے شیدائی تھے، سفر و حضر میں کبھی ناغہ نہ ہوتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تذکرۃ الخلیل میں ہے: گھر تو بہر حال گھر ہے، مگر میں نے حضرتؒ کو اسفار میں ایسی اجنبی جگہ پر جہاں یہ بھی معلوم ہونا مشکل تھا کہ پانی کہاں ہے اور مسجد کہاں ہے، آپ کے معمولات کو قضا ہوتے نہیں دیکھا۔ تذکرۃ الخلیل میں ایک اور مقام پر ہے: حقیقت یہ ہے کہ تلاوت ہی نہیں، بلکہ ہر امر مستحب و مسنون، حتی کہ صف اول اور یمین امام اور تحیۃ المسجد و نوافل قبل العصر و قبل العشاء تک امور میں حضرت کی مواظبت و اہتمام کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے حیران ہو جاتے تھے۔ زمانے نے کروٹیں لیں، گردش افلاک نے تغیرات ظاہر کیے، موسم بدلے، عمر کے اوقات نے بچپن و جوانی اور کہولت و بڑھاپے کی صورتیں پلٹیں، سب کچھ ہوا مگر بر ہو یا بحر، سفر ریل ہو یا جہاز، اور اونٹ ہو یا بہل، عسر ہو یا یسر، اور صحت ہو یا مرض، کسی حال اور کسی نمط حضرت قدس سرہ کے انضباطِ اوقات اور مواظبتِ معمولات میں تغیر نہ دیکھا، اس استقامت پر ہزاراں ہزار حسی کرامات قربان کہ اسی کو اہلِ دل نے فوق الکرامۃ لکھا ہے۔

(تذکرۃ الخلیل)

آخری حج اور وفات: ساتواں اور آخری حج ۱۳۴۴ھ میں ادا فرمایا۔ ۲۱ / ذی قعدہ کو جدہ پہنچے، ۲۵ / ذی قعدہ کو مکہ مکرمہ، ۲۲ / ذی الحجہ کو مدینہ روانہ ہوئے، آٹھ یا نو محرم الحرام کو چاشت کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور مدرسہ شرعیہ میں قیام فرمایا۔ ۲۱ / شعبان ۱۳۴۵ھ کو بذل المجہود کی تکمیل ہوئی، ۱۳۴۵ھ رمضان المبارک کے آخری ایام میں فالج کا حملہ ہوا، جس کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا، بعد میں افاقہ ہوا تو لکڑی کے سہارے حرم شریف تک جانے لگے۔ پھر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کے پہلے ہفتے میں سینے میں درد کی تکلیف شروع ہوئی، جو بڑھتی گئی اور آخرش ۱۵ / ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ چہار شنبہ کو عصر و مغرب کے مابین بہ آواز بلند اللہ اللہ کہتے ہوئے رخصت ہو لیے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جلدی جلدی جنازہ تیار کیا گیا اور آستانہ محمدیہ پر باب جبریل کے باہر نماز جنازہ کی جگہ لا رکھا گیا، بعد مغرب نماز جنازہ ہوئی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

تصنیفات وتالیفات: (۱) لاہور سے واپسی پر آپؒ کو ماموں جان مولانا یعقوبؒ نے عربی لغت قاموس کا ترجمہ کرنے منصوری پہاڑ پر بھیج دیا تھا۔ یہ پہلی تالیف ہے مگر اس تالیف کا انجام معلوم نہیں۔

(۲) زمانۂ قیام بہاولپور میں ایک شیعہ افسر کی تردید میں کتبِ شیعہ کا مطالعہ کر کے ایک ضخیم کتاب: "ھدایات الرشید إلی افحام العنید" تالیف فرمائی، ۸۸۸ر صفحات کی یہ کتاب ۱۳۰۶ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی تھی۔

(۳) مولوی عبد السمیع رامپوری کی "انوار ساطعة" کے جواب میں "البراھین القاطعة علی ظلام الأنوار الساطعة" تالیف فرمائی، ۱۳۰۴ھ میں ۲۷۹ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب مکمل ہوئی۔

(۴) مطرقة الکرامة علی مرآة الإمامة حافظ امیر اللہ بریلوی کی فرمائش پر رد شیعیت میں تالیف فرمائی۔

(۵) مولوی احمد رضا خان بریلوی نے حسام الحرمین میں اکابر دیوبند کی طرف غلط عقائد منسوب کر کے علماء حرمین سے ان کی تکفیر پر دستخط کرا لیے، اس فتنۂ تکفیر کے جواب میں علماء مدینہ نے اپنے طور پر حضرت اقدس سے اہلِ دیوبند کے عقائد ونظریات کے متعلق ستائیس سوالات دریافت کیے تھے، جن کے مدلل جواب حضرت نے تحریر فرمائے، المھند علی المفند کے نام سے یہ کتاب مشہور ہے۔ سن تالیف ۱۳۲۵ھ۔

(۶) "تنشیط الأذھان في تحقیق محل الأذان" جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں دینے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے اثبات میں ہے۔

(۷)اتمام النعم ترجمہ تبویب الحکم ۱۳۱۲ھ میں حضرت حاجی صاحبؒ کے حکم پر تصوف کے دقیق مضامین پر مشتمل کتاب کا ترجمہ فرمایا۔

(۸)"بذل المجهود في حل أبي داود" حدیث کی مشہور کتاب سنن ابی داود کی بہترین شرح۔ ۲/ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں تالیف شروع ہوئی اور ۲۱/ شعبان ۱۳۴۵ھ کو دس سال پانچ ماہ دس دن میں مدینہ منورہ میں یہ شرح مکمل ہوئی۔

خلفاء: حضرت حافظ قمر الدین صاحب، حضرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی جماعت تبلیغ۔ جناب حافظ فخر الدین صاحبؒ، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ، مولانا حافظ فیض الحسن صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ، مولانا رشید احمد صاحبؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ۔ وغیرہم۔

(۴۱) حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

ہندوستان کے ان چیدہ و برگزیدہ خاندانوں میں جو صدیوں تک علم و فضل اور ذہانت و ذکاوت کے گہوارے رہے ہیں، صدیقیوں کا ایک خاندان وہ بھی ہے جس کا اصل وطن ضلع مظفر نگر اور وطنِ ثانی کاندھلہ، ضلع مظفر نگر ہے، صدق اخلاص سے معمور اس خاندان میں صدیوں تک اہل کمال اور مقبولین پیدا ہوتے رہے۔ علوِّ استعداد اور علوِّ ہمت کے سبب علمی جامعیت اور تبحر رکھنے والے بلند پایہ فقیہ و مفتی، جامع معقول و منقول عالم، قادر الکلام شاعر اور حاذق طبیب پیدا ہوئے، حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ اور ان کے خاندان سے تلمذ نے اتباع سنت، اصلاح عقائد اور اشاعت علم کا جذبہ پیدا کیا، تو سید احمد شہیدؒ سے تعلق نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

توحید وسنت کے ساتھ جذبۂ جہاد کا اضافہ کیا۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کے ورع وتقویٰ نے مردوں کے ماسوا بیبیوں اور بچیوں میں بھی تورع اور ذکر وعبادت کا ذوق پیدا کر دیا۔ مشہور تبلیغی تحریک کا یہی خاندان سرچشمہ ومنبع ہے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اسی خاندان کے چشم وچراغ ہیں، اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی ذات گرامی اسلاف اور ان کے کمالات کی زندہ یادگار اور اپنے خاندان کے علو ہمت، مجاہدہ وجامعیت اور اخلاق کی حقیقی تصویر اور ماضی کے واقعات کی تصدیق ہے۔ (ملخص از حالات مشائخ کاندھلہ)

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ابن مولانا محمد یحییٰ کی پیدائش ۱۰ / رمضان ۱۳۱۵ھ شب پنج شنبہ ۱۱ / بجے اپنے آبائی مکان، کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔ مولانا علی میاںؒ تحریر فرماتے ہیں: ولادت کی نوید ملی تو خاندانی مسجد میں خاندان کے شرفاء وبزرگ اور اہلِ محلہ تراویح سے فارغ ہو رہے تھے، اس لیے اپنے اپنے گھر جانے سے پہلے اُس مکان پر آئے جہاں اس مبارک بچے کی ولادت ہوئی تھی، بچے کی ولادت پر مبارک باد پیش کی پھر اپنے اپنے گھر واپس گئے۔ بچے کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب نظام الدین دہلی میں تھے، پوتے کی پیدائش کی خبر سنی تو برجستہ زبان سے نکلا کہ ''ہمارا بدل آ گیا'' اور اسی سال شوال میں دنیا سے رحلت فرمائی۔

ساتویں روز آپ کے والد مولانا یحییٰ کاندھلہ آئے اور خاندانی روایت کے خلاف گھر کے دروازے پر پہنچ کر نومولود کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش کی، مستورات نے یہ کہہ کر کہ آخر باپ ہیں، بچہ باہر بھیج دیا، مولانا یحییٰ حجام ہمراہ لے کر آئے تھے، اشارہ پا کر حجام نے بال اتار دیے، مولانا نے بال گھر میں بھیج دیے اور کہلا دیا کہ بالوں کے وزن کے برابر چاندی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صدقہ کر دینا اور بکرے ذبح کر دینا۔ یوں مولانا یحییٰؒ نے اس تقریب کو نہایت سادگی سے پوری کر دی۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کا قیام امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں مستقل گنگوہ میں تھا، ڈھائی سال کی عمر میں (تقریباً ۱۳۱۸ھ) آپؒ والدہ کے ہمراہ گنگوہ آ گئے اور بارہ سال کی عمر تک گنگوہ میں رہے، امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کی حیات کا آخری دور تھا، آپؒ اپنے والد کے ہمراہ حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں جاتے اور خوب محبتیں لوٹتے۔ آپؒ آٹھ سال کے تھے کہ ۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ کو حضرت گنگوہیؒ نے وفات پائی۔ یہاں ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب کے پاس قاعدۂ بغدادی شروع فرمایا، اس کے بعد خاندانی روایت کے مطابق والد محترم حضرت مولانا یحییٰ صاحب کے پاس حفظ شروع فرمایا۔ حفظ کے بعد بہشتی زیور اور اردو فارسی کی دینی کتابیں گنگوہ ہی میں پڑھیں، فارسی کی اکثر کتب اپنے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے اور صرف ونحو کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجدؒ سے پڑھیں۔

اس کے بعد ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور آ گئے، یہاں عربی تعلیم کا آغاز ہوا، صرف میر، پنج گنج، فصول اکبری، کافیہ وغیرہ خاص طرز سے پڑھیں، کافیہ کے ساتھ مجموعۂ اربعین اور نفحۃ الیمن کی جگہ پارہ عم پڑھایا گیا، نفحۃ الیمن کو مولانا یحییٰ صاحبؒ پسند نہیں فرماتے تھے۔ نفحۃ الیمن کے صرف باب ثالث کے قصائد کے بعد قصیدہ بردہ، بانت سعاد، ہمزیہ؛ مقامات سے پہلے پڑھ لیے۔ کتب منطق کے استاذ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب اور کتب معقول کے استاذ مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی قرار پائے۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کا انداز تعلیم وتربیت عجیب وغریب تھا، بہ قول حضرت مولانا علی میاںؒ انہوں نے اپنی تجویز اور تجربہ وذہانت اور خداداد ملکۂ تعلیم کی مدد سے خود ایک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نصاب تجویز کر رکھا تھا، مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا بھی اسی پر عمل تھا، چار سال کے قریب مدت میں حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ کو تمام علوم دینیہ کی تکمیل کرادی تھی، حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ نے اسی کامیاب درس وتدریس کا دوسرا تجربہ خود اپنے فرزند پر کیا۔

۱۳۳۳ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تمام کتابیں -سوائے ابن ماجہ- اپنے والد محترم سے پڑھیں، ابن ماجہ مولانا ثابت علیؒ سے پڑھی، اس سال حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الہند کا حجاز میں طویل (تقریباً ۱۴/ ماہ) قیام رہا، چناں چہ حضرت سہارنپوریؒ کے حجاز سے واپس آنے پر بخاری وترمذی شریف دوبارہ ان سے پڑھیں۔ آپؒ نے دورہ کے اسباق میں دو چیزوں کا بڑا خیال رکھا، ایک یہ کہ کوئی سبق ناغہ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ کوئی حدیث بلا وضو نہ پڑھی جائے۔

۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ میں آپ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اب تمام تر ذمہ داریاں آپ پر آگئیں، والد صاحب نے آٹھ ہزار کا قرض چھوڑا تھا، آپؒ کی عمر اس وقت ۱۹/ سال تھی، تمام قرض خواہوں کو خطوط لکھ دیے کہ مرحوم قرضے سے بری ہیں، وہ قرضہ میرے ذمہ ہے۔ حضرت سہارنپوریؒ جس دن حجاز سے واپس ہوکر بمبئی اترے اسی دن حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا انتقال ہوا تھا۔ آپؒ کا ارادہ دوبارہ بخاری وترمذی شریف پڑھنے کا نہ تھا، مگر حضرت سہارنپوریؒ کے حکم پر انکار کی کوئی صورت نہ تھی، بالآخر حضرت سہارنپوریؒ کے پاس بھی دونوں کتابیں پڑھنے کی سعادت میسر آگئی۔

درس وتدریس: تعلیم سے فارغ ہوئے تو یکم محرم ۱۳۳۵ھ سے مظاہر علوم میں پندرہ روپے ماہانہ مشاہرے پر ابتدائی مدرس کی حیثیت سے مدرس مقرر ہوئے، عمر بیس سال کی تھی، اصول الشاشی، علم الصیغہ جیسی ابتدائی کتب تجویز ہوئیں، اس کے علاوہ خلاصۂ نحو میر،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نفحۃ الیمن، منیۃ المصلی، قال اقول، مأۃ عامل وغیرہ اسباق بھی تھے، دوسرے سال مرقاۃ، قدوری، شرح تہذیب، کافیہ، نورالایضاح، اصول الشاشی وغیرہ کتب تھیں۔

آپؒ کا طریقۂ تعلیم بڑا دل کش اور ذوق افزا تھا، بات بہت آسان اور سہل کر کے پیش کرتے تھے، گویا اپنے والد ماجد سے جو طریقۂ تعلیم آپ نے حاصل کیا تھا، اس کا کامیاب تجربہ آپ برابر کرتے رہے۔ محرم ۴۰ھ سے مدرسہ کا صبح کا وقت مستقل فارغ کر کے بذل المجہود میں خرچ ہونے لگا، رجب ۴۱ھ میں بخاری شریف کے تین پارے حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ ناظم مدرسہ کے یہاں سے منتقل ہو کر آئے، شوال ۴۱ھ سے شعبان ۴۴ھ تک مشکوٰۃ شریف زیر درس رہی، شوال ۴۴ھ میں حضرت اقدس سہارنپوریؒ کے ہمراہ حج کے لیے تشریف لے گئے اور سال بھر وہاں قیام کر کے ۱۸/صفر ۴۶ھ کو واپس پہنچے، اور اسی روز ابوداود شریف حضرت ناظم صاحب کے پاس سے منتقل ہو کر آئی۔ ۴۶ھ میں بخاری شریف (جلد اول) آپؒ کے سپرد ہوئی۔ ابوداود شریف کا سبق مستقلاً ۱۳۷۵ھ تک آپ کے سپرد رہا۔ ۷۳ھ میں حضرت ناظم صاحب کے سفرِ رنگون کے سبب اور ۷۴ھ میں علالت کے سبب ابوداود شریف کے ساتھ بخاری شریف کی دونوں جلدیں آپ کے زیرِ تدریس رہیں۔ پھر حضرت ناظم صاحبؒ کی وفات کے بعد ابوداود شریف حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کی طرف منتقل ہو کر بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ کے حوالے ہوئی۔ درسِ حدیث کا یہ سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک جاری رہا۔ اس کے بعد نزول آب کے سبب ناچار ترک کرنا پڑا۔

نکاح اور اولاد: ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کی والدہ ماجدہ نے حضرت اقدس سہارنپوریؒ کے پاس پیغام بھیجا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میری طبیعت خراب ہے، میں چاہتی ہوں کہ زکریا کا نکاح میرے سامنے ہوجائے، نسبت پہلے سے مولانا رؤوف الحسن صاحب کی صاحبزادی سے طے ہوچکی تھی، چناں چہ مؤرخہ ۲۹/صفر ۱۳۳۵ھ بہ روز دوشنبہ کو حضرت اقدس سہارنپوریؒ نے نکاح پڑھایا اور ڈیڑھ ہزار روپیہ مہر طے کیا گیا۔ مولانا رؤوف الحسن صاحب کی دوسری صاحب زادی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے عقدِ نکاح میں تھیں، جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی والدہ تھیں۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے حضرت شیخ کے چار رشتے تھے: ایک یہ کہ دونوں چچا بھتیجے تھے، دوسرے دونوں آپس میں ہم زلف تھے، تیسرے دونوں آپس میں سمدھی بھی تھے اس طرح کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے صاحب زادے حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی شادی حضرت شیخ الحدیثؒ کی صاحب زادی سے ہوئی، چوتھے یہ کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ خسر اور حضرت شیخ داماد تھے۔ مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم اسی رشتے سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے نواسے ہیں۔

اس پہلی شادی سے پانچ صاحب زادیاں اور تین صاحب زادے ہوئے، تینوں صاحب زادے مختصر عمر میں انتقال کر گئے۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے نکاح میں آئیں، مولانا محمد ہارون ان ہی کے بطن سے تھے، دوسری صاحب زادی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ ہیں، جن کے بطن سے مولانا زبیر صاحب ہیں، تیسری مولانا حکیم الیاس صاحب سہارنپوریؒ کے نکاح میں تھیں، ان کے صاحب زادوں میں حضرت مولانا محمد شاہد صاحب دامت برکاتہم اور ان کے بھائی بہن وغیرہ ہیں۔ چوتھی لڑکی کا شادی کے بعد انتقال ہوگیا۔ اور پانچویں سب سے چھوٹی صاحب زادی کا نکاح بھی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے بڑی صاحب زادی کے انتقال کے بعد ہوا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد علمی مشاغل کے سبب آپؒ دوسرے نکاح پر آمادہ نہ تھے، اور تمام پیغامات نظر انداز کرتے رہے، مگر جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی صاحب زادی کے متعلق فرمایا تو آپؒ انکار نہ کر سکے اور فوراً کہہ دیا کہ پھر نکاح پڑھتے جایئے۔ چناں چہ اس وقت فوراً تو نکاح نہ ہوا، البتہ ضروری امور طے ہونے کے بعد ۸ / ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۸ / جون ۱۹۳۷ء کو مہر فاطمی پر حضرت شیخ الاسلامؒ نے نکاح پڑھایا۔ ان کے بطن سے دو لڑکیاں اور ایک صاحب زادے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحبؒ پیدا ہوئے۔ ایک لڑکی کا نکاح حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم اور دوسری کا نکاح حضرت مولانا محمد سلمان صاحب دامت برکاتہم سے ہوا۔

تصوف وسلوک: شوال ۱۳۳۳ھ میں جب حضرت اقدس سہارنپوریؒ حجاز مقدس میں طویل قیام کے ارادے سے سفر پر روانہ ہونے لگے، تو بہ کثرت لوگ بیعت ہونے لگے، آپؒ نے بھی بیعت ہونے کا ارادہ کیا اور حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں درخواست کر دی۔ حضرت سہارنپوریؒ نے بعد مغرب کا وقت دیا، مولانا عبداللہ گنگوہیؒ نے باوجود خلافت سے مشرف ہونے کے تجدید بیعت کی درخواست کی تھی، انہیں بھی اسی موقع پر بلا لیا گیا، دونوں حضرات وقت مقررہ پر حاضر ہو کر بیعت ہو گئے، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے بھی اس بیعت کے منظر کو دیکھا۔ بیعت کے بعد آپؒ نے کامل طور پر اپنے آپ کو حضرت سہارنپوریؒ کے سپرد کر دیا، آپؒ نے اپنی دماغی صلاحیت، ذہنی ذکاوت اور اپنے بیش قیمت اوقات کا لحظہ لحظہ حضرت اقدس سہارنپوریؒ کی خدمت میں نذر کر دیا، اس کا ایک نمونہ بذل المجہود کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے، خود حضرت اقدس سہارنپوریؒ نے اس کا بارہا اعتراف فرمایا اور بذل کی موجودہ شکل وصورت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کو آپ کا مرہونِ منت قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر کسی کے پوچھنے پر فرمایا کہ زکریا میرے لیے بیٹے سے بڑھ کر ہیں۔

۱۳۴۴ھ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ساتویں بار حج کے لیے تشریف لے گئے، ہر مرتبہ کے سفرِ حجاز میں یہ امید وتمنا پوشیدہ ہوتی تھی کہ اس بار جنت البقیع کی مٹی نصیب ہو جائے۔ سفر کی تفصیلات تو حضرت سہارنپوریؒ کے تذکرے میں گذر چکیں، ۲۱/ شعبان ۱۳۴۵ھ کو بذل المجہود کی تکمیل ہوئی، اس کے بعد آپؒ کی ہندوستان واپسی حضرت سہارنپوریؒ کی حیات میں ہی ہو چکی تھی، البتہ وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ میں حضرت اقدس سہارنپوریؒ نے بڑے اہتمام سے چاروں سلسلوں میں بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی، اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ کے برادرِ اکبر مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی ثم مدنی کو دیا کہ وہ اسے حضرت شیخؒ کے سر پر باندھ دیں، آپؒ کی تو شدت گریہ سے چیخیں نکل گئیں، حضرت بھی آب دیدہ ہو گئے، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اس موقع پر موجود تھے، اس لیے ہندوستان میں تشہیر ہو جانے کے خوف سے آپؒ نے ان کے پاؤں پکڑے اور ان سے اس بات کا عہد لینا چاہا کہ وہ ہندوستان پہنچ کر اس کی اطلاع نہ کریں، مگر حضرت رائے پوری اس حقیقت کے اخفا پر آمادہ نہ ہوئے اور آپ کے ذریعے ہی اس کی تشہیر ہو گئی۔ آپؒ اس کے باوجود بھی عرصے تک بیعت لینے سے انکار فرماتے رہے، بالآخر ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ڈانٹ کر حکم فرمایا کہ گھر کی مستورات کو بیعت کریں؛ اور اس طرح آپؒ کی طرف سے بیعت کی ابتدا ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ بسا اوقات فرماتے کہ ان چچا بھتیجوں (یعنی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت شیخؒ) کی بات ہی الگ ہوتی ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کی نسبت حضرت شیخ کی طرف منتقل ہوئی ہے۔

رمضان اور اعتکاف: متوسلین اور مریدین کے ساتھ رمضان کا اعتکاف آپؒ کی حیات وخدمات کا اہم جزو ہے، آپ بیتی میں آپؒ نے خود لکھوایا ہے کہ آپؒ کے پاس احباب کے رمضان گزارنے کا سلسلہ تقریباً ۳۰، ۴۰ رسال سے جاری ہے، شروع میں تعداد کم ہوتی تو کچھ دن اپنے پاس رکھ کر رائے پور بھیج دیتے تھے، پھر مجمع بڑھنے لگا تو رائے پور بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا، آپ بیتی ہی میں ۱۳۹۴ھ کے رمضان کے متعلق لکھا ہے کہ آخر رمضان میں عزیزی مولوی نصیر الدین نے کہا کہ آج اٹھارہ سو مہمان ہیں۔

ہجرت اور حجاز کا قیام: آپؒ کی مدۃ العمر تمنا تھی کہ مدینہ طیبہ جا کر رختِ سفر کھول دیں، بالآخر ۱۸ / ربیع الاول ۹۳ھ مطابق ۲۳ / اپریل ۷۲ء کو اس نیت سے حجاز روانہ ہو گئے، اور مدینہ طیبہ میں باب النساء کے بالمقابل مسجد شریف سے مشکل سے چند قدم کے فاصلے پر مستقل قیام گاہ کا نظم ہو گیا۔ اب اقامہ کی وجہ سے حجاز کا قیام اصل تھا اور دوسری جگہ کا عارضی؛ چناں چہ اس کے بعد یہاں سے متعدد بار ہندوستان وغیرہ کے اسفار فرمائے۔ جون ۱۹۷۹ء میں انگلستان کا سفر اور جون ۱۹۸۱ء میں جنوبی افریقہ کے سفر پر بھی مدینہ طیبہ سے ہی تشریف لے گئے۔

علالت اور وفات: حضرت مولانا علی میاںؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کی علالت کا سلسلہ بہت طویل اور سالہا ممتد رہا، بار بار ایسے مواقع آئے کہ اہل تعلق اور معالجین کو زندگی سے تشویش اور بعض مرتبہ مایوسی ہونے لگتی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کو ابھی ارشاد وتربیت، علوم وتحقیقات کی اشاعت، تبلیغی جماعت کی نگرانی اور سرپرستی اور زیرِ تربیت افراد کی تکمیل کا جو کام لینا تھا، اس کے لیے بار بار اس فوری خطرہ اور تشویش کو دور فرماتا رہا اور اہلِ تعلق کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آس بندھتی رہی۔

علالت وضعف کی اسی حالت میں ۱۵ /محرم الحرام ۱۴۰۲ھ (۱۲ /نومبر ۱۹۸۱ء) کو حضرت مدینہ سے ہندوستان آئے، اور ۱۸ / ربیع الاول ۱۴۰۲ھ (۱۶ /جنوری ۱۹۸۲ء) کو براہِ کراچی جدہ روانہ ہوئے اور وہاں سے بہ خیریت مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ مارچ، اپریل اور وسط مئی تک حضرت شیخ کی علالت وصحت وضعف وقوت کے بارے میں اسی طرح خبریں آتی رہیں جیسا کہ مہینوں سے معمول تھا۔ پھر ۱۲ /مئی سے بخار کے سبب ضعف میں بہت اضافہ ہوا، پھر ۱۶ /مئی سے بے ہوشی شروع ہوئی، اس دوران اللہ اللہ، یا کریم، یا حلیم کی آوازیں دیتے رہے، پھر اس میں افاقہ ہوگیا۔ ۲۳ /مئی کو سوءِ تنفس کی شکایت شروع ہوئی، جو علاج سے کم ہوتی اور پھر شروع ہوجاتی، اور ۲۴ /مئی شام ۵ بج کر ۴۰ رمنٹ پر یعنی مغرب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل دو مرتبہ آخری ہچکیاں لیں، جس سے آنکھیں خود بہ خود بند ہو گئیں اور روح پرواز کر گئی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ کچھ کم ۸۷ رسال کی عمر ہوئی، قبل نمازِ عشاء جنازہ باب السلام سے حرم شریف لے جایا گیا، بعد نمازِ عشاء حرم شریف کے امام شیخ عبداللہ زاحم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنازے کو باب جبریل سے جنت البقیع کی طرف لے کر چلے، قبر شریف حضرت کی منشا کے مطابق اہلِ بیت کے احاطے اور حضرت سہارنپوریؒ کی قبر شریف کے قریب تیار کی گئی تھی، وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

آپؒ کے تلامذہ اور درسِ حدیث کے مستفدین کی تعداد کا بہ ظاہر شمار ممکن نہیں، بہ کثرت مشاہیر علما، فضلا، درس وافتاء کے ماہرین اور صاحبِ تصانیف حضرات آپ کے شاگرد ہیں، جنہوں نے ہندو بیرونِ ہند اپنے فیوضِ علمیہ سے طلبہ اور تشنگانِ علوم کو سیراب کیا اور اب بھی کر رہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یہی حال آپ کے سلسلۂ طریقت کا ہے، آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے والوں کی تعداد لاکھوں تک ہے۔ اور مجازین کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔

جامع اوصاف وکمالات: کسی بھی برگزیدہ خدا رسیدہ ہستی کی سوانح کا مرکزی عنصر ان کے اوصاف وکمالات کا ذکر ہے، تاکہ اس سے درس وعبرت حاصل کر کے اتباع کی کوشش کی جاسکے۔ آپؒ کی شخصیت جامع الکمالات تھی، اس میں کوئی شبہ نہیں، اور علم وعمل کے مختلف شعبوں میں آپؒ کا فیض اس پر شاہد ہے، اس مختصر کتابچے میں ان اوصاف وکمالات کا ذکر ممکن نہیں، یہاں فقط حضرت مولانا ابوالحسن علی میاںؒ کی تحریر کردہ سوانح میں سے متعلقہ باب کے عناوین کا اندراج کافی سمجھتا ہوں۔

علوِ استعداد اور علوِ ہمت، جامعیت، سوز وگداز، محبت، خود انکاری وتواضع، دینی حمیت اور مسلکِ صحیح کی حفاظت کا اہتمام، ذکر وروحانیت اور وقت کے مسلم مشائخ اور اہل اللہ کی طرف توجہ دہانی، دینی کوششوں اور علمی کاموں کی قدردانی وہمت افزائی اور علمی ذوق، اصابت رائے، دور بینی ودور اندیشی، اکرام ضیف، مدارس دینیہ سے گہرا تعلق، اپنے اسلاف ومشائخ کے ساتھ وفا شعاری اور خدام واحباب کے ساتھ محبت وشکر گذاری کا تعلق، انقطاع وتبتل اور یکسوئی کا فطری رجحان اور جذبہ، شعری وادبی ذوق۔

تصانیف وتالیفات: آپؒ کی تصانیف وتالیفات اردو اور عربی دونوں زبانوں میں ہیں اور تمام تصانیف مضبوط علمی مواد سے بھرپور ہیں۔ جن میں سے کچھ کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) خصائلِ نبوی، شمائلِ ترمذی کی اردو شرح۔

(۲) اوجز المسالک، شرحِ موطا امام مالک۔ موطا امام مالک کی عربی شرح، پہلے ۶/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جلدوں میں اور اب ۱۷/ جلدوں میں شائع ہوتی ہے۔

(۳) لامع الدراری۔ یہ اصلاً حضرت گنگوہیؒ کی تقریراتِ بخاری اور مولانا محمد یحییٰ صاحب کے حواشی کا مجموعہ ہے، جو حضرت شیخ کے اضافوں اور تشریحات کی وجہ سے بیش بہا خزانہ بن گیا ہے۔

(۴) الابواب والتراجم (۵) حاشیہ کوکب الدری۔(۶) جزء حجۃ الوادع والعمرات (۷) تاریخ مشائخ چشت (۸) الاعتدال فی مراتب الرجال (۹) حکایات صحابہ (۱۰) فضائل نماز (۱۱) فضائل ذکر (۱۲) فضائل تبلیغ (۱۳) فضائل قرآن (۱۴) فضائل رمضان (۱۵) فضائل صدقات (۱۶) فضائل حج (۱۷) فضائل درود شریف۔

(۴۲) حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یو۔پی۔ کے ضلع سہارنپور میں واقع مشہور قصبہ ''گنگوہ'' میں مؤرخہ ۹-۶-۱۳۲۵ھ مطابق ۲۰-۹-۱۹۰۷ آپؒ کی ولادت ہوئی۔ گنگوہ کو چشتیہ سلسلے کے متعدد کبار مشائخ کا مولد و مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

والد محترم جناب مولانا حامد حسنؒ صاحب کی جانب سے سلسلۂ نسب مشہور انصاری صحابیؓ اور حضرت نبی کریم ﷺ کے میزبان حضرت ابوایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے۔ مولانا حامد حسنؒ نے دہلی اور دیوبند میں تعلیم پائی تھی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے، جب کہ بیعت و ارادت کا رشتہ حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ایک مدرسہ نہٹور، ضلع بجنور میں قائم فرمایا تھا، جہاں آپؒ کو مدرس بنا کر بھیجا تھا۔ ابتدا میں یہ مدرسہ ایک مکان میں تھا، اور بعد میں وہاں کی جامع مسجد میں منتقل کیا گیا۔ تقریباً نصف صدی سے زیادہ عرصہ آپؒ نے وہاں تعلیمی خدمات انجام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دیں، تا آں کہ اسی مکان سے آپؒ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے ان کی زندگی کے آخری ایام میں گنگوہ واپس آجانے کا بہت اصرار کیا اور کوششیں فرمائیں کہ وطن تشریف لے آئیں، مگر آپؒ یہ کہتے ہوئے کہ آنے سے انکار کر دیتے کہ ''حضرت شیخ الہندؒ نے یہ مدرسہ میرے حوالے فرمایا تھا، اگر قیامت کے روز دریافت کر لیا کہ ایک امانت تیرے حوالے کی تھی، بیٹے کی باتوں میں آکر اس کی کوئی خبر گیری نہ کی، تو کیا جواب دوں گا۔''

بچپن اور ابتدائی تعلیم: حضرت مفتی صاحب ابتدائی عمر میں والد صاحبؒ کے ہمراہ نہٹور میں مقیم تھے۔ البتہ تعلیمی سلسلہ گنگوہ سے ہی شروع ہوا۔ حضرت مفتی صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ والد صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر گھر کے دروازے تک لے آئے، وہاں کچھ بزرگ حضرات کھڑے تھے، ان میں سے کسی نے کچھ جملے زبانی پڑھوائے، جو میں نے دبی آواز میں پڑھ دیے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری ''بسم اللہ'' تھی اور پڑھانے والے بزرگ حضرت شیخ الہندؒ تھے، نیز یہ کہ اس وقت وہاں موجود بزرگوں میں حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ بھی تھے۔

گنگوہ میں اس زمانے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مکان میں ایک نابینا حافظ صاحب ''حافظ کریم بخش صاحب'' بچوں کو قرآن پڑھاتے تھے، ان ہی کے پاس حضرت مفتی صاحبؒ کا حفظ قرآن شروع کروایا گیا۔ ختم حفظ میں ۱۸ رسطور باقی تھیں کہ نابینا حافظ صاحب کی وفات ہوگئی، اور آپؒ نے گنگوہ کی جامع مسجد کے امام حافظ عبدالکریم صاحب کی خدمت میں رہ کر حفظِ قرآن مکمل فرمایا۔ دورانِ حفظ اپنے شوق اور جذبے سے اردو لکھنا، پڑھنا خود ہی سیکھ لیا، کچھ کتابیں بھی پڑھ لیں؛ مگر والد صاحب کو اس کا علم ہوا تو یہ کہہ کر روک دیا کہ حفظ کے ساتھ کوئی اور تعلیم نہیں ہونی چاہیے۔ بعدہ والد محترم اور مولانا فخر الدین

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صاحب گنگوہیؒ کے پاس عربی تعلیم شروع فرمائی۔

شوال ۱۳۴۱ھ میں آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، شعبان ۱۳۴۷ھ تک یہاں زیر تعلیم رہے، اس درمیان فارسی، عربی کی کچھ ابتدائی کتب، فقہ میں متوسطات اور منطق وعلوم عربیہ کی علیا کی کتب کی تعلیم مکمل فرمائی۔ علامہ صدیق احمد کاشمیری، مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا زکریا قدوسیؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ وغیرہم اس دور کے آپ کے اساتذہ ہیں۔

شوال ۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ہدایہ اخیرین، مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتب پڑھی، ۱۳۴۸ھ میں بیضاوی شریف، ابوداود شریف اور مسلم شریف پڑھی اور شوال ۱۳۴۹ھ سے شعبان ۱۳۵۰ھ تک حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے پاس بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے علاوہ، حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحبؒ، حضرت مولانا رسول خاں صاحبؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، حضرت مولانا نبیہ حسن صاحبؒ، اور حضرت مولانا علامہ ابراہیم بلیاویؒ؛ زمانۂ دیوبند کے آپ کے اساتذہ ہیں۔ دیوبند میں قیام کے دوران حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کچھ عرصے تک حجرے کے رفیق تھے، گو آپ تعلیم میں ان سے دو سال آگے تھے۔ زمانۂ تعلیم کی پابندی بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ خود ارشاد فرماتے کہ میں نے بخاری شریف اور ترمذی شریف اس طرح پڑھی ہیں کہ کسی سبق میں غیر حاضری نہیں ہوئی اور تمام اسباق میں از اول تا آخر درس میں شریک رہا۔

شعبان ۱۳۵۰ھ میں دارالعلوم سے فارغ ہوکر شوال میں پھر مظاہر علوم میں آگئے اور والد محترم کی خواہش کے مطابق دورۂ حدیث کی بعض کتب کی مکرر تعلیم کے لیے یہاں داخل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوئے۔ بخاری شریف اور ابوداود شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے، نسائی اور ابن ماجہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیملپوریؒ سے، اور طحاوی، موطا مالک اور موطا محمد حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ سے پڑھیں، جب کہ خارج میں کچھ اور کتابیں بھی پڑھیں۔

زمانۂ تعلیم میں آپؒ نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں، فرماتے کہ: کمرے کے تین ساتھیوں نے آپس میں طے کرلیا تھا کہ رات کے تین حصوں میں ایک ایک ساتھی بیدار رہ کر مطالعہ کرے گا، اور میں نے اس تقسیم میں یہ شرارت کی کہ اپنے تہائی حصے کے علاوہ دوسرے تہائی حصے میں بھی بیدار رہتا اور مطالعے کا فائدہ اٹھاتا۔

اس زمانے میں مدرسے سے ماہانہ سات آنہ وظیفہ ملتا تھا۔ اس میں سے دو آنے حجامت وغیرہ کے لیے کام آتے۔ دو آنے صابون وغیرہ کے لیے، دو آنے چراغ کے تیل کے لیے اور ایک آنہ قلم، کاغذ اور روشنائی کے کام آتا۔ ایک مرتبہ والد صاحبؒ کا خط پہنچا کہ اگر تمہیں پیسوں کی ضرورت ہو تو لکھ دو، میں روانہ کروں گا۔ اس وقت خرچ کے دو پیسے آپ کے پاس جمع تھے اور اسی دن سے پوسٹ کارڈ کی قیمت ایک پیسہ بڑھ کر دو پیسے ہوئی تھی، آپ نے ان دو پیسوں کا پوسٹ کارڈ خریدا اور جواب تحریر فرمایا کہ الحمد اللہ، مجھے ضرورت نہیں۔

مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران کبھی گنگوہ جانا ہوتا، تو بیس میل کا فاصلہ پیدل چل کر جاتے، اشراق پڑھ کر سہارنپور سے روانہ ہوتے اور جمعہ سے پہلے گنگوہ پہنچ جاتے۔

بیعت اور خلافت: دارالعلوم میں تعلیم کے زمانے میں ایک مرتبہ سہارنپور حاضر ہو کر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے بیعتِ ارادت کی درخواست پیش کی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے تھانہ بھون (حضرت اقدس تھانویؒ) دیوبند (حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ) دہلی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(حضرت مولانا الیاس صاحبؒ) اور رائے پور (حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ) میں سے کسی ایک کے پاس بیعت ہونے کا مشورہ دیا، بلکہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی خدمت میں خود سفارشی خط تحریر فرمایا اور آپ کو خط لے کر دہلی بھیجا؛ مگر حضرت جیؒ نے خود بیعت نہیں فرمایا اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے ہی بیعت ہونے کی تاکید فرمائی اور سفارش کا وعدہ بھی فرمایا۔ چناں چہ اس کے بعد حضرت شیخؒ نے آپ کو بیعت فرمالیا۔ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ محلہ مفتی کی مسجد سہارنپور میں بعد نمازِ عصر بیعت فرمایا۔ اس کے بعد تعلیم کے ساتھ سلوک کا سفر بھی جاری ہوا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانب سے بتلائے گئے ذکر و شغل اور دیگر معمولات کی ادائیگی، ہمت، شوق اور پابندی کے ساتھ کرنے کے علاوہ اپنے تمام کاموں میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے صلاح و مشورہ کرنے کا بھی معمول بنالیا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ اس زمانے کی آپ کی خط و کتابت اس کی شاہد ہے۔ پھر جب دیوبند سے تعلیم مکمل کر کے سہارنپور آکر رہے تو ہر دم، چوبیس گھنٹے کے لیے خود کو حضرت شیخؒ کے حوالے کر دیا، تا آں کہ ایک وقت وہ آیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے آپ کو خلافت سے نوازا اور مریدین کو بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

علمی اور فقہی خدمات: دیوبند سے فراغت کے بعد جب مظاہر علوم میں آپ نے دوبارہ داخلہ لیا، اور حدیث کی کچھ کتابوں کے علاوہ دیگر فنون کی کتابیں پڑھنی شروع کیں، تو اس زمانے میں مظاہر علوم میں فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دینے والے ایک مفتی، حضرت مولانا مفتی ضیاء احمد صاحب ۱۳۵۲ھ میں استعفاء دے کر حیدرآباد چلے گئے، استعفاء سے قبل بھی کئی ماہ سے رخصت پر چل رہے تھے، اس غیر حاضری کے سبب دارالافتاء میں ایک آدمی کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ اس ضرورت کے مدنظر مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ماہانہ دس روپے پر ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ میں بہ طور معین مفتی آپ کا تقرر فرمایا، اس طرح آپؒ کی علمی خدمات کا آغاز ہوا۔ دارالافتاء کی خدمات کے علاوہ کچھ اسباق بھی آپ کے ذمے تھے۔ چناں چہ ان دونوں میدانوں میں آپؒ آہستہ آہستہ ترقی کرتے رہے۔ ۱۳۵۳ھ میں آپؒ کو نائب مفتی بنایا گیا۔ مظاہر علوم میں تدریس و افتاء کے علاوہ کچھ اور خدمات بھی آپؒ کے ذمے تھیں، مثلاً: سالانہ امتحان کی تیاری، اجلاس کا انتظام، رخصت پر گئے اساتذہ کے اسباق پڑھانا، احاطۂ مدرسہ کی نگرانی وغیرہ۔ نیز مالیات کی فراہمی کے لیے ممبئی، راندیر اور سورت کے اسفار بھی آپؒ فرماتے تھے۔

مظاہر علوم کے قیام کے دوران اکابر کے مشورہ سے آپؒ کو لدھیانہ کے مدرسہ انوریہ میں بدنظمی دور کرنے اور تعلیمی نظام کی درستگی کے لیے ایک سال کے لیے روانہ کیا گیا۔ آپؒ نے یہاں قیام فرما کر بزرگوں کے اعتماد کو صحیح ثابت کیا اور تعلیمی اور انتظامی امور کو درست فرمایا۔

وہاں سے واپسی کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ کو دہلی مرکز نظام الدین پر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؒ کے وہاں کے قیام کے دوران ہی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی وفات ہوگئی، اور آپ واپس مظاہر علوم آکر اپنے کام میں لگ گئے۔ ایک عرصے کے بعد آپؒ کو نزلہ، زکام، بخار اور دردِ سر کی شکایات نے آگھیرا، چھ ماہ تک کوئی افاقہ نہ ہوا تو اطبا نے مشورہ دیا کہ تبدیلی ہوا کے لیے کسی اور مقام پر جانا ہوگا، مجبوراً آپؒ یکم محرم ۱۳۷۲ھ سے مظاہر علوم سے علیحدہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ نے رائے پور بھیجا، چناں چہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں ڈھائی ماہ قیام فرمایا۔ اس کے بعد کچھ زمانہ گنگوہ میں رہے اور پھر حضرت شیخؒ نے برائے تدریس ہردوئی بھیجا، کچھ مدت وہاں قیام رہا، وہاں سے کولہاپور تشریف لے گئے اور کچھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عرصہ وہاں قیام رہا۔

اس درمیان باشندگانِ کانپور کی جانب سے باصرار کانپور کے قیام کی دعوت پیش کی گئی۔ اس سلسلے میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے بھی لوگوں نے درخواست کی کہ انہیں کانپور بھیجا جائے، چناں چہ مشورہ کے بعد وہاں جانا طے ہوا، اس قیام کے بارے میں خواب میں کچھ بشارتیں بھی دیکھیں، چناں چہ یکم ربیع الاول ۱۳۷۳ھ کو کانپور پہنچے۔ یہاں آپؒ نے درس نظامی کی تمام کتابیں پڑھائی اور ۱۳۷۵ھ میں بہ طور شیخ الحدیث پہلی مرتبہ بخاری شریف بھی پڑھائی۔ اس کے بعد سالوں تک بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس دیتے رہے۔ اس قیام کے زمانے میں آپؒ کے فیض کا سلسلہ اور دائرہ بڑھتا رہا، فقہ وحدیث کے درس کے علاوہ فتویٰ نویسی، مریدوں کی تربیت، اور تصنیفی سلسلہ بھی بڑھا، تبلیغی خدمات میں بھی خوب حصہ لیتے تھے۔ مقامی لوگوں کا رجوع دن بہ دن بڑھ رہا تھا اور فیض بھی جاری تھا کہ اس دوران مظاہر علوم کی جانب سے بلاوا آ گیا اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (ناظم اعلی مظاہر علوم) کا خط کانپور پہنچا۔ دیگر اکابرین کے خطوط بھی تائید میں پہنچے، مگر کانپور کی دینی خدمات کے درہم برہم ہوجانے کے اندیشے کے پیش نظر آپؒ نے معذرت کردی۔

دارالعلوم دیوبند میں بہ طور صدر مفتی: مظاہر علوم جانے کے سلسلے میں خط وکتابت جاری تھی، ان ہی دنوں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا، جس میں حضرت مفتی صاحبؒ کا نام دارالافتاء کے لیے پیش ہوا اور پھر دوسری مجلس شوریٰ میں باتفاق رائے منظور کرلیا گیا۔ شوریٰ کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ نے ایک خط حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے ہاتھوں ارسال فرمایا۔ یہاں اس خط کے کچھ جملے نقل کیے جاتے ہیں، اس سے اندازہ ہوگا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بزرگوں کے دلوں میں آپؒ کے متعلق کس قدر احترام واکرام تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ نے تحریر فرمایا کہ: ''دارالافتاء میں بعض اہم پختہ کار شخصیتوں کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب مقیم کانپور کا اسم گرامی سابقہ مجلس شوریٰ میں بھی آیا اور اس حالیہ مجلس شوریٰ میں بھی لیا گیا، پوری مجلس باتفاق رائے ان کی شخصیت پر مجتمع ہے اور ان کو دارالعلوم کے منصب افتاء کے لیے نہایت موزون سمجھ رہی ہے۔ احقر پہلے ہی سے ان کا معتقد ہے۔۔۔۔۔ محترمی مولانا علی میاں صاحب بھی اس مجلس میں شریک تھے، خود ممدوح بھی ان کے تقرر کو ضروری خیال فرما رہے ہیں۔''

اس سلسلے میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے آپؒ کے نام جو خط تحریر فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو: ''دارالعلوم اکابر کی یادگار اور حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہما کے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہر خادم و نام لیوا کے ذمے اس کی ہر خدمت جو بھی ممکن ہوسکتی ہے، نہایت ہی اہم اور ضروری ہے۔ اس ناکارہ کو ذاتی طور پر بھی وہاں کے دارالافتاء کی اہمیت اور ضرورت کا احساس ہے۔ اس لیے بہت زور سے سفارش کرتا ہے، بلکہ درخواست کرتا ہے۔''

حضرت مفتی صاحبؒ، حضرت شیخ الحدیثؒ کے حکم کے بغیر کانپور سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتے تھے۔ چناں چہ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے حضرت مولانا حمید الدین صاحب اور حضرت مولانا اسعد صاحبؒ کو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا، ان حضرات کے اصرار پر دوسرے دن دوسرا خط آپؒ کو تحریر فرمایا، جس میں صراحتاً حکم فرمایا کہ: ''یہ ناکارہ دوبارہ لکھتا ہے، اگرچہ حکم دینا اس ناکارہ کی طبیعت کے بالکل خلاف ہے اور میں اپنے گھر کے لوگوں کو بھی کاندھلہ یا نظام الدین کی آمد و رفت میں حکم نہیں دیا کرتا، بلکہ مشورہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہی دیا کرتا ہوں، لیکن جناب کی تشریف آوری اگر لفظ حکم ہی پر موقوف ہے تو میں دارالعلوم کے مفاد کے پیش نظر اپنی عادت کے خلاف حکم بھی لکھے دیتا ہوں، اس سے زیادہ کیا عرض کروں؟''

اس طرح کانپور والوں کی مرضی کے خلاف، بلکہ قیام کے متعلق ان کی جانب سے کیے جانے والے اصرار و الحاح کے باوصف، اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں آپؒ ۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ کے روز دیوبند تشریف لے گئے۔

جب آپ دیوبند پہنچے تو حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ اور حضرت علامہ ابراہیم صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ نے آپؒ کا بڑا استقبال فرمایا، ابتدا میں آپ کا قیام دارالعلوم کے احاطۂ مسجد میں کمرہ نمبر ۱۴ میں رہا۔ یہی وہ کمرہ ہے جس میں حضرت شیخ الہندؒ اور بعد میں حضرت مولانا اعزاز علیؒ کا قیام تھا۔

پانچ چھ سال اس کمرے میں آپ کا قیام رہا، اس کے بعد حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ نے چھتہ مسجد میں حضرت نانوتویؒ کی خلوت گاہ کو آپ کی قیام گاہ کے طور پر متعین فرمایا، اس میں مناسب اصلاح و مرمت کروائی، خود حضرت مفتی صاحبؒ کو وہاں لے گئے اور یہ کہہ کر حجرے کی چابی آپ کے حوالے فرمائی کہ آپ شوال سے چھتہ کی مسجد میں قیام فرمائیں، تاکہ یہاں ذکر ہوا کرے، یہ کمرہ اسی لیے ہے۔ تدریس و تعلیم مدرسے میں اور ذکر و شغل چھتہ مسجد کے کمرے میں۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو نئی قیام گاہ تجویز کیے جانے کی اطلاع دی، تو حضرتؒ نے وہیں قیام کرنے کا مشورہ دیا اور ماہِ مبارک میں اعتکاف کرنے اور ذکر کی مجلس قائم کرنے کا حکم فرمایا اور دعائیں اور نصائح سے نوازا۔ چھتہ مسجد میں اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

طرح شروع ہونے والے فیض و برکت کا سلسلہ آخر حیات تک جاری رہا، دیوبند والوں نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ رمضان المبارک میں روحانیت کے طلب گار اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے کے لیے جوق در جوق حاضر ہوتے تھے۔ ان آنے والوں میں اپنے زمانے کے علماءِ عظام، حدیث وفقہ کا درس دینے والے محدثین اور ملک و بیرون ملک کے دارالافتاء سے مسلمانوں کے دینی مسائل میں رہنمائی کرنے والے مفتیانِ کرام، اپنے اپنے مقام پر روحانیت کے نور سے لوگوں کے دلوں کو روشن کرنے والے مشائخ اور مدارس عربیہ کے طلبہ بھی ہوتے تھے۔ گویا ہر کوئی اپنے دل کی مراد یہاں پاتا تھا۔

دارالعلوم میں درس بخاری شریف: دارالعلوم میں تشریف آوری کے زمانے میں عظیم محدث حضرت مولا سید فخر الدین احمد صاحبؒ بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے انہیں اس مسند پر بٹھایا تھا۔ آخر عمر میں پیرانہ سالی اور امراض کے سبب وہ چاہتے تھے کہ درسِ بخاری شریف کا بوجھ کچھ ہلکا ہو، چناں چہ ان کی نظرِ انتخاب حضرت مفتی صاحبؒ پر پڑی اور حضرت مفتی صاحبؒ سے بخاری شریف کی جلد دوم کی تدریس کا اصرار فرمایا، مگر حضرت مفتی صاحب کچھ اعذار کا حوالہ دے کر معذرت فرماتے رہے، حتی کہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ میں حضرت فخر المحدثینؒ کے اصرار سے مجبور ہو کر کتاب المغازی کے ایک باب سے بخاری شریف جلد دوم کی تدریس شروع فرما دی، مگر چوں کہ یہ رضامندی فقط حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کے تعمیلِ حکم میں تھی، اس لیے ان کی وفات کے بعد حضرت مہتمم صاحبؒ کی خدمت میں جا کر معذرت پیش کر دی، یوں تقریباً ۱۲ سال دارالعلوم میں بخاری شریف کا درس دیا۔ عہدہ، منصب، اکرام اور احترام کی طمع سے دل کے پاک وصاف ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دارالعلوم میں آپؒ کی ذات ہر چھوٹے بڑے کے لیے مرجع تھی، علمی رعب اور دبدبہ کا عالم یہ تھا کہ بڑے سے بڑا عالم فاضل بھی بحث ومذاکرے میں آپ پر سبقت نہ کرسکتا تھا۔ آپؒ کے فتاویٰ ملک وبیرون ملک میں مقبول ومعتبر ہونے کے ساتھ عوام وخواص میں مستند سمجھے جاتے تھے۔ سلوک وتصوف میں بھی لوگوں کا عام رجوع تھا۔ طبعی خوش مزاجی کے سبب ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ بے تکلف تعلقات رکھتے تھے، بایں سبب ہر ایک کے لیے آپ سے استفادہ کرنا آسان ہوگیا تھا۔

دوبارہ مظاہر میں: بخاری شریف کا درس چھوڑنے کے بعد بھی دارالافتاء میں زیر تربیت طلبہ کا درس اور تمرینِ افتاء کی خدمت جاری تھی، حدیث کے دیگر اسباق کی تدریس سے بھی کبھی انکار نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ دارالعلوم کا صد سالہ اجلاس ہوا، اور اس کے بعد جو اختلافات رونما ہوئے تو اس سے بچنے کے لیے طویل بیرونی سفر پر چلے گئے۔ تقریباً سات ماہ بیرون میں رہنے کے بعد جب واپس تشریف لائے تو حضرت اقدس شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مفتی جی! کب تک ادھر ادھر گھومتے پھروگے؟ کسی جگہ بیٹھ کر یکسوئی سے کام کیجیے۔ آپؒ نے استفسار فرمایا کہ کہاں؟ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہاں مظاہر میں قیام کر لیجیے۔ آپ نے ہاں کردی، اور اس طرح مظاہر کا دورِ ثانی شروع ہوا۔

دارالعلوم کے قیام کے زمانے میں ترتیب یہ تھی کہ پورا ہفتہ دیوبند میں رہ کر جمعہ سہارنپور میں گزارتے تھے، اب ترتیب بدل دی، ہفتہ بھر سہارنپور میں قیام فرما کر جمعہ دیوبند میں گزارتے تھے، اس طرح کچھ مقدار کی تبدیلی کے ساتھ آپؒ کا فیض ہر دو مقام پر جاری رہا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق مظاہر میں ۱۴۰۲ھ سے آپ نے قیام فرمایا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وہاں آپ کو اعزازی طور پر مفتی اعظم کا منصب دیا گیا۔ آپ کے لیے وہاں علیحدہ قیام گاہ بھی تعمیر کی گئی، جس میں آپ سے استفادہ کرنے والوں کے لیے بھی مستقل نظم تھا۔ ۱۳ / رجب ۱۴۰۲ھ کو آپؒ نے اس میں قیام اختیار فرمایا اور آپؒ کی زیر نگرانی حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے فتاویٰ کی ترتیب کا کام شروع ہوا، ایک دو اسباق بھی آپ نے پڑھانے شروع فرمائے۔ یہاں کے قیام کے بعد ذاکرین کی تعداد میں بھی اضافہ ہونے لگا۔

اس قیام کے بعد ماہِ شعبان میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے۔ اور شوال میں دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کی جانب سے تجویز بھیجی گئی کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو دوبارہ دارالعلوم بلوایا جائے۔ مظاہر علوم کی شوریٰ نے اس تجویز پر غور وفکر کر کے تجویز کیا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کا مظاہر میں رہنا بہت ضروری ہے، ہاں! دارالعلوم کی ضرورت کے پیش نظر حضرت مفتی صاحبؒ ہفتے میں ایک دن وہاں جانے کی زحمت گوارا فرمالیں۔ چناں چہ اس کے بعد حضرت نے یہی معمول اختیار فرمایا۔

دوبارہ دیوبند میں: تقدیر کا کرشمہ دیکھیے کہ جس فتنے اور آپسی اختلافات سے بچنے کے لیے آپؒ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کے مطابق مظاہر کا قیام اختیار فرمایا تھا، ان فتنوں اور اختلافات نے یہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا، حضرتؒ کی وفات کے بعد یہاں بھی اس فتنے نے دستک دی اور طبیعت کی یکسوئی اور مرنجاں مرنج مزاج کے باوجود آپ بھی اس کی زد میں آنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ فتنوں سے بچنے کے لیے آپؒ ۱۵ / ربیع الاول ۱۴۰۵ھ کے روز مظاہر کا قیام ترک فرما کر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اس کے بعد پوری زندگی دیوبند میں ہی آپ کا قیام رہا۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ مسجدِ چھتہ سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

علوم و فیوض کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ دوبارہ جاری ہوا اور علم و فقاہت نیز ہدایت و تقویٰ کی یہ روشنی دوبارہ دنیا والوں کو نصیب ہو۔

پھر جب آنکھوں کی روشنی کمزور ہوگئی تو دارالافتاء کی حاضری کم کردی، اس کے بعد ایک وقت وہ بھی آیا کہ خود فتاویٰ لکھنے سے معذور ہوئے تو شاگردوں سے لکھوانے لگے، اور ایک عرصے کے بعد یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ چناں چہ فتویٰ دینے سے یوں کہہ کر معذرت کردیتے کہ میرا حافظہ تو پہلے سے کمزور تھا، اب تو ناظرہ بھی کمزور ہوگیا ہے۔ اس کے باوجود بڑے بڑے علما اور مفتیانِ کرام آپ سے پیچیدہ مسائل میں رجوع فرماتے تھے اور آپؒ برجستہ ایسی رہنمائی فرماتے تھے کہ سائل اپنے مدعا کو پاکر خوش و مطمئن ہوجاتا تھا۔ جواب کی گہرائی اور اصابت رائے کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا کہ حضرتؒ خاص اس مسئلے ہی میں بہت کچھ غور وفکر اور مطالعہ فرما چکے ہیں۔

رمضان المبارک: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات تک آپ کا رمضان حضرتؒ کی خدمت میں ہی گذرتا تھا، یہ سلسلہ تقریباً ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء سے شروع ہوا تھا جو ۱۴۰۲ھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات تک جاری رہا۔ کسی سال رمضان کے کچھ دن کہیں اور قیام ہوا، مگر وہ بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے کے مطابق ہی ہوا تھا۔

۱۴۰۲ھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات کے بعد پہلا رمضان سہارنپور دارِ جدید کی مسجد میں گزارا۔ ۱۴۰۳ھ کا رمضان ساؤتھ افریقہ لینیسیا میں گزارا۔ ۱۴۰۴ھ کا رمضان دارجدید سہارنپور میں۔ ۱۴۰۵ھ کا رمضان ساؤتھ افریقہ جوہانسبرگ، نیوٹاؤن مسجد میں گزارا، اور ۱۴۰۶ھ کا رمضان ڈابھیل جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین کی مسجد میں گزارا۔

ان رمضان میں یہاں بڑی تعداد میں علما اور مشائخ شریکِ اعتکاف ہوئے۔ روزانہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تراویح کے بعد حضرتؒ وعظ فرماتے۔ جسے ٹیپ ریکارڈ پر محفوظ کیا جاتا، اور فوراً ہی کچھ خدام کی طرف سے اس کو تحریری شکل دی جاتی تھی اور صبح میں مولانا مفتی فاروق صاحب اس کو حضرت کی خدمت میں پڑھ سناتے اور حضرت اس میں مناسب اصلاح فرماتے۔ یہی سلسلہ ''مواعظ فقیہ الامت'' کی خشتِ اول بنا، مواعظ فقیہ الامت کی ابتدائی حصوں کے مواعظ اسی زمانے کے ہیں۔ اس کے بعد مواعظ کی ترتیب کا یہ سلسلہ بہت مقبول ہوا اور دیگر مواعظ کی ترتیب کے ساتھ اس کی کئی جلدیں منظر عام پر آئیں۔ اسی طرح ڈابھیل سے ہی ملفوظات کی ترتیب کا سلسلہ بھی شروع ہوا، اور الحمدللہ اس کے بھی متعدد حصے منظر عام پر آ گئے۔

۱۴۰۶ھ کے بعد کے رمضان مسجد چھتہ دیوبند میں گزارے۔ اس کے بعد ساؤتھ افریقہ میں، اس کے بعد مسجد چھتہ میں، پھر ۱۴۱۵ھ کا رمضان میل وشارم مدراس میں، ۱۴۱۶ھ کا رمضان ڈھاکہ مالی باغ، بنگلہ دیش میں گزارا۔ یہ حضرت رحمہ اللہ کا آخری رمضان تھا۔

بیرون کے اسفار: حضرتؒ نے متعلقین ومتوسلین کے اصرار پر بیرون کے اسفار بھی فرمائے۔ اس میں بھی ساؤتھ افریقہ کے سفر بے شمار شاگردوں اور خادم خاص حضرت مولانا ابراہیم پانڈور صاحب دامت برکاتہم کے اصرار کی وجہ سے زیادہ ہوتے، ان اسفار کی برکت سے ملک کے متعدد حصوں میں مدارس اور خانقاہیں وجود میں آئیں۔ ساؤتھ افریقہ کے علاوہ زامبیا، زمبابوے، ملاوی، بوٹسوانہ، ری یونین، مورسیش، پاکستان، بنگلہ دیش، انگلینڈ، کناڈا، امریکہ، پناما، باربا ڈوز، وغیرہ ممالک کے اسفار فرمائے۔ اور وہاں کے باشندوں نے آپؒ سے خوب استفادہ فرمایا۔

آخری سفر اور وفات: ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ میں ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر ابتدا میں تو صحت بہ حال رہی، اور معمول کے مطابق علمی مجالس، وعظ ونصائح کی مجالس،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور ذکر کی مجالس بھی منعقد ہوتی تھیں، افریقہ میں قریب و بعید کے اسفار بھی فرمائے۔

حضرتؒ کی کیڈنی میں بہت پہلے سے تکلیف تھی، ضرورت پڑنے پر حضرت کے خصوصی معالج جناب ڈاکٹر عبدالحی بلبلیا نے دیگر دو ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر علاج شروع کیا، اور ایک چھوٹا سا آپریشن بھی کیا، اس کے بعد ہفتے میں ایک بار اس کی صفائی ہوتی رہی، آخری صفائی سے قبل ڈربن تشریف لے گئے اور نظام یہ تھا کہ ڈربن سے واپسی پر علاج مکمل فرما کر طے شدہ پروگرام کے مطابق ہندوستان واپسی کے سفر پر نکلیں اور حرارے، ملاوی، چپاٹا، ری یونین، ہوتے ہوئے، زیارتِ حرمین اور عمرہ ادا فرما کر ہندوستان پہنچیں؛ مگر ڈربن کے اس سفر میں کھانسی بڑھ گئی، واپسی پر اور بڑھ گئی، اس درمیان فالج کا بھی اثر ظاہر ہوا۔ طبیعت اور زیادہ خراب ہوگئی تو جوہانسبرگ کے ایک ہسپتال میں لے جایا گیا، خصوصی علاج شروع کیا گیا، کچھ افاقہ بھی ہونے لگا تھا کہ یکا یک دو ستمبر کی شام میں ضعف بہت بڑھ گیا اور سوا سات بجے انتقال فرما گئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

پھر ہسپتال سے نیوٹاؤن مدرسہ لائے گئے، تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر نعش مبارک کو رات کے تقریباً بارہ بجے حضرت مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے نئے مکان میں لایا گیا، قرب وجوار سے علماء کرام، محبین و متوسلین بڑی تعداد میں اس قدر جمع ہو گئے کہ وہاں کے لوگوں نے اس قدر مجمع پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ سرکاری قوانین کے مطابق رات میں قبر کھودنا ممنوع تھا اور قانونی کارروائی کے لیے بھی صبح دفاتر کھلنے کا انتظار کرنا تھا، اس لیے علی الصباح قبر تیار کی گئی، اور قبر تیار ہوتے ہی جنازہ اٹھایا گیا، صبح ساڑے نو بجے جنازہ روانہ ہوا، دس بارہ ہزار کا مجمع تھا، قبرستان پہنچ کر نمازِ جنازہ پڑھی گئی، اور ایلس برگ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک لوگ قبر میں مٹی ڈالتے رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر کو انوارِ رحمت سے معمور فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شجراتِ سلاسل

تصوف کے چار سلسلے مشہور ہیں، نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ۔

ہمارے چشتیہ سلسلہ میں اکابر اپنے مریدوں کو عموماً چاروں سلاسل میں بیعت فرماتے ہیں، تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو چشتیہ سلسلے میں پہلا نقطۂ اجتماع اور مجمع الانہر؛ حضرت اقدس شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ ان کے بعد حضرت اقدس حاجی امداداللہ صاحبؒ بھی چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت رکھتے تھے، گویا حضرت حاجی صاحب جس طرح اپنے مابعد کے اکثر سلسلوں کا مرکز ومرجع تھے، اسی طرح اوپر سے بھی جامع السلاسل تھے، اور اسی لیے حضرتِ والا کو سید الطائفہ کہا جاتا ہے۔ نیز حضرت اقدس حاجی صاحبؒ کو سلاسل اربعہ میں مختلف طریقوں اور شجروں سے اجازت حاصل تھی، یہاں فقط حضرت اقدس مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ کی کتاب "الروضة الجنية فی مجموع الشجرية" میں مذکور چاروں سلسلوں کے شجرات ذکر کیے جاتے ہیں۔

البتہ تکمیل کے طور پر حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے آگے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپویؒ، حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور حضرت فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے نام بھی شجرات میں شامل کردیے ہیں۔

ملحوظہ: دیگر شجرات میں بعض مقامات پر سلاسل کے وسائط میں قدرے اختلاف نظر آتا ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہت سے مشائخ کو بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح اجازت ہوتی ہے، چنانچہ کسی شجرہ میں واسطہ مذکور ہوتا ہے اور کسی میں محذوف۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کبھی ایک نام کو دو نام سمجھ لیا جاتا ہے اور کہیں دو ناموں کو ایک نام سمجھ لیا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی واسطہ بوقت تحریر ساقط ہوجائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شجرہ طیبہ چشتیہ صابریہ امدادیہ رشیدیہ

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مفتی محمود حسن گنگوھی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد سھارنپوری

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوھی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا امداد اللہ المھاجر المکی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا نور محمد جھنجانوی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الرحیم شھید

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالباری امروھی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدا لھادی امروھی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا عضد الدین امروھی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا شیخ محمد مکی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ شاہ محمدی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ محب اللہ الہ آبادی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا ابو سعید گنگوھی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ نظام الدین بلخی

الٰھی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا جلال الدین تھانیسری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا قطب عالم عبد القدوس گنگوهی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد عارف ردولوی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد عارف ردولوی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الحق فاروقی ردولوی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا جلال الدین کبیر پانی پتی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا شمس الدین ترك پانی پتی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا علاء الدین علی احمد صابر

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا فرید الدین شکر گنج

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا قطب الدین بختیار کاکی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا معین الدین حسن سجزی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا ابو النور عثمان هارونی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا سید حاجی شریف زندنی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا قطب الدین مودود چشتی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا سید ابو یوسف چشتی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا ابو محمد محترم چشتی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا ابو احمد ابدال چشتی

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا ابو اسحاق الشامی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا ممشاد علو دینوری
الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا امین الدین بصری
الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا سدید الدین حذیفه مرعشی
الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا سلطان ابراهیم بن ادهم
الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا فضیل بن عیاض
الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الواحد بن زید
الٰهی بحرمة شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجه حسن بصری
الٰهی بحرمة سیدنا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه
الٰهی بحرمة مولانا و شفیعنا خاتم النبیین حبیب رب العالمین
سیدنا محمد المصطفی صلی الله علیه و سلم
نور قلبی نبور معرفتك یا الله وارزقنی حبك و حب من یحبك
واهدنا الصراط المستقیم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شجرہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ ولی اللہیہ رشیدیہ

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ محمود حسن گنگوھی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ محمد زکریا کاندھلوی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خلیل احمد سھارنپوری

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ رشید احمد گنگوھی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ امداد اللہ المھاجر المکی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ میانجی نور محمد جھنجانوی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ السید احمد الشھید

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ عبد العزیر المحدث الدھلوی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ عبد الرحیم الدھلوی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ السید عبد اللہ

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ السید آدم بنوری

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ احمد المجدد للألف الثانی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ باقی باللہ

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ امکنگی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ درویش

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ الزاھد

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ عبید اللہ احرار

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ یعقوب چرخی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ علاء الدین العطار

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ السید امیر کلال

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ محمد بابا سماسی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ عزیزان علی رامیتنی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ محمود ابی الخیر فغنوی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ محمد عارف ریوگری

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ یوسف ھمدانی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ خواجہ ابو علی فارمدی

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ ابوالقاسم قشیری

اللھم بجاہ سیدنا و مولانا شاہ ابو علی الدقاق

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اللهم بجاه سیدنا و مولانا شاه ابو القاسم نصرآبادی

اللهم بجاه سیدنا و مولانا شاه خواجه جنید بغدادی

اللهم بجاه سیدنا و مولانا شاه خواجه سری السقطی

اللهم بجاه سیدنا و مولانا شاه خواجه معروف کرخی

اللهم بجاه سیدنا و مولانا شاه خواجه داؤد الطائی

اللهم بجاه سیدنا و مولانا شاه خواجه حبیب العجمی

اللهم بجاه سیدنا و مولانا شاه خواجه حسن البصری

اللهم بجاه سیدنا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه

اللهم بجاه سیدنا وشفیعنا نبی الحرمین وسیلتنا فی الدارین

ابو القاسم محمد المصطفی صلی الله علیه وآله وسلم

نور قلبی نبور معرفتك یا الله وارزقنی حبك و حب من یحبك

واهدنا الصراط المستقیم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شجرہ علیہ قادریہ امدادیہ رشیدیہ

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ محمود حسن الگنگوھی

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ خلیل احمد السھارنپوری

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ رشید احمد الایوبی الگنگوھی

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ امداد اللہ المھاجر المکی

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ میانجی نور محمد جھنجانوی

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ عبد الرحیم الشھید

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید رحم علی شاہ

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید عبد الرزاق

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید عبد الحئی

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید محمد غوث

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید ابو محمد

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ خواجہ شاہ محمد

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید قمیص الاعظم

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید الیاس مغربی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید عبد الحق

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید مولانا مغربی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید احمد قدسی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید عبد القادر راسی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید عبد الوهاب

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید موسی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ یحیی الزاهد

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید زین الدین

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید عبد الرزاق

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید عبد القادر الجیلانی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه ابی سعید مخزومی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه ابی الحسن الهکاری

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ ابی الفرح الطرسوسی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه عبد الواحد التمیمی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه ابی بکر الشبلی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ جنید البغدادی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه سری السقطی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه معروف الکرخی

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید علی بن موسی رضا

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید موسی الکاظم

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید جعفر الصادق

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید محمد الباقر

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید زین العابدین

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید حسین الشهید

الٰهی بجاه سیدنا و مولانا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب

الٰهی بجاه حبیبك وصفیك و نبیك و رسولك سیدنا و مولانا

محمد المصطفی و احمد المجتبی صلی الله علیه وعلی آله وصحبه و سلم

نور قلبی نبور معرفتك یا الله وارزقنی حبك و حب من یحبك

واهدنا الصراط المستقیم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شجرہ علیہ سہروردیہ قدوسیہ رشیدیہ

الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ محمود حسن الگنگوھی
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ خلیل احمد السھارنپوری
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی
الھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ رشید احمد الایوبی
الھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ امداد اللہ الفاروقی
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ میانجی نور محمد علوی
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ عبد الرحیم الفاطمی الشھید
الھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ عبد الباری الصدیقی
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ عضد الدین
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ محمد شاہ المکی الجعفری
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید محمدی
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ محب اللہ الصدیقی
الٰھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ ابو سعید النعمانی نوشیروانی
الھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ نظام الدین البلخی الفاروقی
الھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ جلال الدین الفاروقی
الھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ عبد القدوس النعمانی
الھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ درویش محمد بن قاسم
الھی بجاہ سیدنا و مولانا الشیخ السید بدھن بھرائچی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ السید جلال الدین البخاری
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ رکن الدین ابی الفتح
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه صدر الدین
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ بهاء الدین زکریا ملتانی
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ شهاب الدین سهروردی
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ ضیاء الدین ابی النجیب
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ وجیه الدین عبد القاهر
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ ابی محمد بن عبد الله
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه احمد دینوری
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه ممشاد علو دینوری
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ جنید البغدادی
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ معروف الکرخی
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه داؤد الطائی
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه حبیب العجمی
الهی بجاه سیدنا و مولانا الشیخ خواجه حسن البصری
الهی بجاه سیدنا و مولانا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب
الهی بجاه سیدنا و مولانا و شفیعنا خاتم النبیین حبیب
رب العالمین محمد بن عبد الله صلی الله علیه وسلم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شجرہ طیبہ صدیقیہ نقشبندیہ قدوسیہ مجددیہ رشیدیہ

الھی بحرمة فقیه الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوھی

الھی بحرمة شیخ الحدیث محدث مولانا زکریا کاندھلوی

الھی بحرمة مولانا الحاج محدث خلیل احمد سھارنپوری

الھی بحرمة مولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد المحدث الگنگوھی قدس سره

و بحرمة مولانا امداد الله المهاجر المکی

و بحرمةمولانا نصیر الدین الدھلوی

وبحرمة مولانا شاه محمد آفاق الدھلوی

وبحرمة مولانا خواجه ضیاء الله

وبحرمة مولانا خواجه محمد زبیر

وبحرمة مولانا محمد نقشبند ثانی

وبحرمة مولانا خواجه محمد معصوم

وبحرمة مولانا الشیخ احمد المجدد

وبحرمة مولانا الشیخ عبد الاحد

وبحرمة مولانا الشیخ رکن الدین

وبحرمة مولانا عبد القدوس گنگوھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وبحرمة مولانا محمد بن قاسم اودهی

وبحرمة مولانا السید بدهن بهرائچی

وبحرمة مولانا سید احمد بهرائچی

وبحرمة مولانا الشیخ عبد الحق

وبحرمة مولانا عبید الله احرار

وبحرمة مولانا خواجه یعقوب چرخی

وبحرمة مولانا علاء الدین العطار

وبحرمة مولانا بهاء الدین نقشبند

وبحرمة مولانا سید امیر کلال

وبحرمة مولانا خواجه محمد بابا سماسی

وبحرمة مولانا عزیزان علی رامیتنی

وبحرمة مولانا محمود ابی الخیر فغنوی

وبحرمة مولانا محمد عارف ریوگری

وبحرمة مولانا عبد الخالق غجدوانی

وبحرمة مولانا یوسف حمدانی

وبحرمة مولانا خواجه ابی علی فارمدی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وبحرمة مولانا ابی الحسن خرقانی

وبحرمة مولانا خواجه بایزید بسطامی

وبحرمة مولانا الامام جعفرالصادق

وبحرمة مولانا قاسم بن محمد بن ابی بکر

وبحرمة مولانا سلمان الفارسی

وبحرمة مولانا خلیفة الرسول ابی بکر الصدیق

وبحرمة مولانا سید الثقلین امام الحرمین ابی القاسم

محمد الهاشمی صلی الله علیه وسلم

نور قلبی بنور معرفتك یا الله

و ارزقنی حبك و حب من یحبك

واهدنا الصراط المستقیم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/